Ala Hazrat Ahmed Raza Khan aak azeem sofi

Hazrat Allama Doctor Muhammad Khalid Siddiqui Al Qadri Chishti (R.A)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

صوفی حضرات ایک عظیم حقیقت

مؤلف

حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری مدظلہ العالی

ربیع الاول ۱۴۲۳ھ جون 2002ء

شائع کردہ

حلقۂ قادریہ امتیازیہ ٹرسٹ پاکستان

S.L-10،9 سیکٹر A-1، اورنگی ٹاؤن کراچی۔

فون نمبر 6666197

اِنتساب!

ان تمام انفاسِ قدسیہ کے نام
جو جہادِ اکبر میں مصرُوف ہیں
فقیر اپنی اس کاوش کو سرکارِ غوث الاعظمؒ کے صدقے
تمام اولیاء اللہ کے اسمائے گرامی سے منسوب کرتا ہے
کہ یہ فقیر کی طرف سے ان کی خدمت میں عقیدت کے پھولوں کی
مہکتی ہوئی خوشبو کا نذرانہ ہے۔

احقر

فقیر مُحمّد خالد صدیقی القادری

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ
کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ

نعت پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو تیرے در سے یار پھرتے ہیں
در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گرد مزار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

اعلحضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

منقبت

در شانِ سیدی اعلیٰحضرت احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

امام التقیٰ ہیں میرے اعلیٰ حضرتؒ
کہ رب کی رضا ہیں میرے اعلیٰ حضرتؒ

ڈبو نہ سکے گا کوئی میری کشتی
کہ اب ناخدا ہیں میرے اعلیٰ حضرت

ہے روشن جو بغداد میں ایک سورج
اسی کی ضیاء ہیں میرے اعلیٰ حضرت

میں بھٹکوں گا کیسے بتا تو اے واعظ
کہ اب راہ نما ہیں میرے اعلیٰ حضرت

رضا مجھکو رب کی یوں حاصل ہے خالد
کہ احمد رضاؒ ہیں میرے اعلیٰ حضرتؒ

(ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری)

تقریظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الھم صل صلوٰۃ دائما و سلم و سلاما علیٰ ابداء علیٰ حبیبک و سید النبیک وآلہ واصحابہ اجمعین فالحمد للہ رب العالمین

تاج الصوفیہ حضرت عبد عبد محمد المعروف میاں قاضی محمد علی تاجی مدظلہ عالی

عزیزم علامہ ڈاکٹر محمد خالد صدیقی، قادری، تاجی کے متعلق میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ کئی سال قبل اذکار تاج الاولیاء (سوانح حضرت بابا سید محمد تاج الدین ناگپوریؒ) کے مطالعہ کے بعد جب وہ مجھ سے ملنے آئے تو میرے قلب پر ایک خاص اثر چھوڑ گئے۔ جو بڑھتے بڑھتے عشق کی شکل اختیار کر گیا۔ یہ پتہ نہ تھا کہ میرے آقا و مولا حضرت بابا سید محمد تاج الدین کی پلٹن کے فرد ہیں یہ میرے آقا کا کرم ہے کہ ایک روز انکے استاد محترم حضرت امتیاز حسین شاہ صاحب کے ہمراہ دیکھا کہ وہ ان کو سرکار تاج الاولیاء کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ سرکار نے مجھ عاجز غلام کو حکم دیا کہ اسکا نام پلٹن کے رجسٹر میں لکھ لو غلام نے تعمیل حکم کیا۔ اس کے بعد سلسلہ چلتا رہا آپ نے اذکار تاج الاولیاء بھی شاگردوں تک پہنچائیں۔ ایک روز آپنے اپنے گھر محفل سماع کا اہتمام کیا جس میں حاجی محمد عمر فاروق صاحب کے ذریعہ محفل میں شرکت کیلئے بلایا۔ اسی محفل میں سرکار کے اشارہ پر میں نے اپنا رومال دستارِ خلافت کے طور پر عطا کیا۔ اور دیگر معاملات عرس مبارک میں خرقہ خلافت اور اسناد خلافت و اجازت عطا کیا معہ مبارکباد کے۔

عزیزم خالد میاں تاجی بہت ہی باادب بزرگوں سے انتہائی عقیدت کے حامل ہونے کے ساتھ پر خلوص خدمت خلق میں مصروف ہیں ساتھ ہی طب و ہومیو پیتھی کا علاج بھی کرتے ہیں اور خصوصی طور پر دینی خدمت کے لئے 32-30 کتب شائع کرواکر دینی معلومات کے ساتھ ساتھ تصوف کے ان نکات پر اظہار فرمارہے ہیں جن سے مردہ قلوب میں جان پڑ رہی ہے۔ یہ میرے ایمان کے مطابق ان کے استاد گرامی نے سرکار تاج الاولیاء میں پیش کر کے ان کے قلب میں جو روشنی پیدا کردی ہے اس سے مخلوق فیض اٹھا رہی ہے۔ ایک خصوصی بات عرض کرتا چلوں کہ اس دور میں استاد کی جو خدمت خالد میاں قادری تاجی کر رہے ہیں اسکی مثال نہیں ملتی اور یہ ان کے استاد کی دعاؤں سے تاج والے کا اور بزرگوں کا کرم ہو رہا ہے۔ اب تازہ تصنیف جو شائع ہونے جارہی ہے۔ طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اسکا پورا مطالعہ تو نہ کرسکا۔ لیکن جو کچھ پڑھا اس پر میرے، آقا و مولا جو لکھوارہے ہیں لکھ کر پیش کر رہا ہوں۔ یہ کتاب حضرت احمد رضا خاں بریلوی کی مختصر سوانح ہے۔ ان کے متعلق جو میرے آقا لکھوارہے ہیں وہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کو جس نے جس نظر سے دیکھا اسنے انکے متعلق وہی لکھا جیسا کہ بابا تاج الدینؒ نے فرمایا تھا کہ جس نے ہم کو جیسا سمجھا ہم اس کے لئے ویسے ہی ہیں۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی جو عشق رسول ﷺ میں مست و سرشار تھے۔ ان کے متعلق جس طرح حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ رحمت باری تعالیٰ جب جوش میں آئی تو فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے تو آپ نے عرض کیا علی بنادے حکم ہوا اب علی دوسرا نہیں ہو سکتا اسلئے تجھے بو علی بنادیا۔ اسلئے میں بچتے بچاتے یہ عرض کرونگا کہ اعلیحضرت کو اللہ تعالیٰ نے حسن بصری ثانی بنادیا۔ عشق رسول میں ویسے تو

ان مقامات کا تعین مقام والا ہی کر سکتا ہے۔ بہر حال مصنف نے اعلیٰ حضرت کے اس گوشہ کو جو علماء نے واضح طور پر بیان نہیں کیا پوری کوشش کی ہے کہ اعلیٰ حضرت ایک بہت بڑے عالم مفتی ہی نہیں تھے بلکہ اپنے وقت کے مجدد اور سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ بھی تھے۔ اس کی کئی ٹھوس مثالیں مصنف نے دی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ پر حضرت کے ادب کے تعلق سے لکھا ہے بہت خاص ہے اور جس کو جو بھی ملا ادب ہی سے ملا۔ اعلیٰ حضرت کے پیر زادہ نے ایک بار حضرت کو خط لکھا کہ گھر کی رکھوالی کے لئے دو اعلیٰ نسل کے کتوں کو بھجوا دیں۔ جواب میں اعلیٰ حضرت نے لکھا کہ حضور دو کتے خانقاہ کی رکھوالی کیلئے بھجوا رہا ہوں۔ یہ کتے اعلیٰ حضرت نے اپنے دونوں بیٹوں کو خانقاہ کے کتے بنا کر بھجوائے۔ حضرت حامد رضا خاں صاحب اور حضرت مصطفےٰ رضا خاں صاحب کو پیر خانے بھیج دیا آج کے دور میں ہے کوئی ایسا؟ اصل خدمت یہی ہے۔ مصنف نے آگے بھی پیر کی خدمت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ ادب کا یہ معاملہ بھی تھا کہ ساری زندگی بغداد کی جانب مدینہ شریف کی سمت پیر تک دراز نہ کئے۔

ادب کے ساتھ ساتھ سادات کرام کی عزت کے بے شمار واقعات ہیں سادات کی عزت نے ہی حضرت جنید بغدادیؒ کو بغیر کسی مجاہدہ کے قطب عالم بنا دیا جن کے سلسلہ میں حضرت داتا گنج بخشؒ جیسے بزرگ ہو گزرے ہیں۔

بزرگوں کے اعراس پر مجھ عاجز (میر محمد تاجی) نے چند صفحات لکھے ہیں۔ اس میں میں نے بھی انہی بزرگوں کے تصرف سے لکھا ہے کہ اولیاء کرام کی ارواح مبارکہ وصال کے روز قبر مبارک کی طرف ہی ہوتی ہے اور

اسوقت بے شمار فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ میں اپنی ہر تحریر میں عرض کرتا ہوں کہ سچی اور پکی عقیدت ہی فیض کی کنجی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ مرشد کی توجہ سے بیڑا پار ہوتا ہے۔ تصوف کی راہ میں یہ دونوں باتیں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ مرید کو اگر پیر سے سچی عقیدت نہ ہو تو وہ ہرگز فیض حاصل نہ کر سکے گا۔

حضرت غوث اعظم کا یہ فرمان کہ جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیاء زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے اور اپنے تمام معاملات میں اپنے ہی شیخ کی طرف رجوع کرے۔ آداب مریدین میں مجھ عاجز نے بھی گلدستہ تاج میں تحریر کئے ہیں۔ یہ سب چیزیں طلب صادق سے ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اور جب طلب صادق ہو گی تو اللہ کے بندے بن جاؤ گے اور اللہ جس کو اپنا بندہ بناتا ہے اس کے حوالے کل کائنات کر دیتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نماز مغرب کیلئے رکے تو انجن نے جواب دے دیا اس وقت تک اسٹارٹ نہ ہوا جب تک نماز ادا نہ کر چکے کائنات کا ذرہ ذرہ اس بندے کے تابع ہو جاتا ہے۔

ایک جگہ فاضل مصنف نے اعلیٰ حضرت کے ایمان کی پختگی کا ذکر کیا ہے۔ کہ حضور ﷺ پر کس قدر پختہ ایمان تھا فرماتے ہیں بریلی میں مرض طاعون کی شدت تھی۔ میرے مسوڑھوں پر ورم ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ حلق تک بند ہو گیا اور کان کے پیچھے گلٹیاں نکل آئیں ڈاکٹر نے طاعون تجویز کیا۔ مگر میرا پختہ یقین تھا کہ مجھے طاعون نہیں ہے اور نہ ہو گا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر وہ دعا پڑھ لی ہے جسے سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی شخص کو کسی مصیبت میں مبتلاء دیکھو تو یہ دعا پڑھ لو وہ محفوظ ہو جائیگا۔ دعا یہ ہے الحمد الله الذی عافانی مما ابتلاك به و فضلنی علی كثیر ممن خلق

تفضیلا میرا تجربہ ہے (اعلیٰ حضرت کا) کہ میں نے آج تک جن جن کے لئے یہ دعا پڑھی وہ سب فیضیاب رہے۔

آپ کے سچے عشق کے ساتھ آپ کی انکساری کا یہ حال تھا تو فرماتے ہیں۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ شعر پڑھ کر آپ جالیوں کے سامنے مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور عالم بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی کیا یہ ایک عاشق رسول ﷺ پر کرم کی انتہا نہیں ؟ اعلیٰ حضرت پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں لیکن عزیزم محمد خالد صدیقی قادری تاجی نے جس خاص گوشہ کو واضح کیا وہ یہ ہے کہ آپ اپنے دور کے قطب تھے بے شمار حضرات و خواتین نے آپکے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا بیعت ہوئے اور آج بھی مخلوق کو فیض پہنچار ہے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اس کتاب کی برکت سے اللہ فاضل مصنف کے قلب کو نور سے منور فرمادے اور فیض کا دربار جاری فرمائے۔

آخر میں اس شعر پر مضمون ختم کرتا ہوں اور بارگاہ رضا میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ عاشق رسول ﷺ ہیں۔ بارگاہ رسالت میں درخواست ہے کہ مسلمانان عالم میں اخلاص خلوص و محبت پیدا ہو جائے اور آپ کے صدقے میں تمام مسلمانوں کو حضور ﷺ سے سچا عشق پیدا ہو جائے۔ (آمین)

وہ اور ہونگے جنہیں موت آگئی ہوگی بے فکر جی رہا ہوں ہر اک اعتبار سے
نگاہِ یار سے پائی ہے زندگی میں نے نسبت بھی کیا چیز ہے دامنِ یار سے

غلام غلامانِ آلِ محمد
میر محمد المعروف میاں قاضی محمد علی ناجی

دربار تاج الاولیاء قصبہ کالونی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

تقریظ

حضرت علامہ پیر طریقت شمس شریعت مفتی پیر سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی

مہتمم و مفتی جامعہ امام ربانی مجدد الف ثانی فقیر کالونی اورنگی نمبر 10 کراچی نمبر 41

امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ افغانستان کے ایک غیور قوم قندھار کے بڑیچ نامی قبیلے سے نسلاً تعلق رکھتے تھے۔ آپ اپنے دور کے یکتائے روزگار عالم تھے۔ اِن کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ انہوں نے تقدیسِ الوہیت، تعظیم رسالت، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، علماء دین اور اولیاء کاملین کے احترام کا نہ صرف پہرہ دیا بلکہ احترام و عقیدت کے جذبات مسلمانوں کے دل و دماغ کی گہرائیوں میں بسا دیئے۔ اِن کا قلم ساری زندگی حمد و نعت اور منقبت کے پھول پیش کرتا رہا۔ اِن کا تخصص یہ ہے کہ انہوں نے سلف صالحین کے مسلک، مسلکِ اہلِ سنت و جماعت اور مذہب حنفی کی بھر پور حمایت کی اور جسے صراط مستقیم سے منحرف ہوتا ہوا پایا اس کے خلاف ان کا برق بار قلم حرکت میں آگیا۔ اور اپنے پرائے کا فرق کئے بغیر اعلانِ حق کرتا گیا۔ حق پرستی اور عشق رسول ﷺ ہی کو معیار بنا کر آپ نے اپنے دور کے چند ان علماء پر کفر کا فتویٰ صادر فرمایا کہ جن کے اقوال و عبارتوں سے شانِ مصطفی ﷺ کے خلاف ذرہ برابر بھی گستاخی کا پہلو نکلتا تھا۔ اور اسی وجہ سے اعلحضرت شاہ احمد رضا خان قدس سرہ الرحمٰن کا نام نامی اسم گرامی دنیا پر چھا گیا۔ جس نے ایک عالم کے سینے میں عشق رسول ﷺ کی جوت جگائی اور علم و عرفان کے نور سے ایک دنیا کو منور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو ذہانت و فراست دی تھی لوگ داد دیئے نہ تھکتے تھے۔ چودہ سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم درسیہ معقول و منقول کی تکمیل کرلی۔ اعلحضرت تقریباً پچاس علوم و فنون میں مہارت کاملہ و تامہ رکھتے تھے۔ اور آپ کی مذکورہ فنون میں تصنیفات بھی موجود ہیں۔ ۲۱ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد کے ساتھ حضرت شاہ آلِ رسول مارہروی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ مرشد نے تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت کے

ساتھ سندِ حدیث بھی عطا فرمائی۔ خداداد حافظے کا حال یہ تھا کہ ایک مہینے کی قلیل مدت میں قرآن شریف حفظ کر لیا۔ آپ کی تصانیف تقریباً ایک ہزار ہیں جو مختلف فنون پر ہیں۔ لیکن رہتی دنیا تک آپ کا سب سے بڑا کارنامہ جو تاقیامت لوگوں کے عقیدۂ اہلسنت کی پاسبانی کرے گا۔ وہ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ہے کہ جو آپ نے عشق رسول ﷺ اور اولیاء عظام کے مناقب کو ملحوظ رکھ کر اس انداز سے قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا کہ لفظ لفظ سے عشق رسول ﷺ کا ثبوت ملتا ہے۔

لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اعلحضرت اطاعت کے بغیر عشق کے قائل نہ تھے۔ آپ کی زندگی کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنتِ نبوی کا بہترین نمونہ تھے۔ اور آج دنیا میں اہلِ سنت و جماعت کا نام آپ کی ہی کوششوں کا مرہونِ منت ہے۔ آپ کا وجود عقیدہ اہلِ سنت کیلئے ایک مشعل کی حیثیت رکھتا تھا۔ جس کے کرنوں سے تاقیامت راہ بھٹکے لوگ ہدایت پائینگے۔ ویسے اعلحضرت قدس سرہ کی سیرت پر تو علماء اہلِ سنت نے عموماً اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے علماء نے خصوصاً اپنی عقیدت کا اظہار تحریراً فرمایا ہے۔ لیکن وہ تصانیف اکثر اعلحضرت کی سیرت پر مجموعی حیثیت سے ہیں۔ لیکن جب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری چشتی مدظلہ نے اپنی یہ زیر نظر کتاب صرف ”**اعلیٰحضرت بحیثیت ایک صوفی**“ کے موضوع پر لکھی تو معلوم ہوا کہ اگر اعلحضرت قدس سرہ کے تمام کمالات جو اِن کی ذات میں موجود تھے میں سے اگر ایک ایک پر انفرادی حیثیت سے مثلاً اعلحضرت بحیثیت ایک مفسر، محدث، مفتی، مجدد اسلام، فقیہ، عاشق رسول، شاعر اسلام، مصنف، مدرس، امام اہلِ سنت، حامی سنت۔ ماحئ بدعت وضلالت وغیرہ پر اہلِ سنت لکھنا شروع کر دیں تو تاریخ اسلام کی ضخیم کتاب بن جائیگی۔ زیر نظر کتاب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری چشتی مدظلہ العالی نے انتہائی عقیدت ومحبت سے تصوف کے موضوع پر لکھی ہے۔ لیکن کمال اسمیں کر دیا کہ تصوف کو جلاتے کے ساتھ ساتھ اعلحضرت قدس سرہ کے ایک ایسے کمال پہلو پر روشنی ڈالی گئی کہ شاید ہی آج تک

آپ کے کمال پر کسی عالم دین نے ایسی تفصیلی کتاب لکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ مصنف اور تمام علماء اہلِ سنت کو اہلِ سنت کی خدمت کیلئے حیات خضری عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب مہذب اہلِ سنت و جماعت پر قائم و دائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین یا رب العالمین)

(بحرمت سید المرسلین)

الفقیر سید احمد علی شاہ نقشبندی سیفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرض حال

باباصاحب (ڈاکٹر محمد خالد صدیقی القادری) اکثرو بیشتر اپنی مجلس شریف میں قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء کرام کے مراتب اور انکے احوال بیان فرماتے رہتے ہیں۔ ان اولیاء کرام میں اکثرو بیشتر سلسلہ عالیہ قادریہ کے مشہور بزرگ و عالم سیدی و سندی عاشق رسول ﷺ اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ بھی ہوتا ہے اور صفر المظفر کے مہینے میں حجرہ شریف پر عرس اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ بس اس مرتبہ باباصاحب مد ظلہ العالی سے اس فقیر اور دیگر احباب نے درخواست کی کہ حضور اگر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ پر کوئی مختصر مگر جامع تحریر عطا فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔ کیونکہ تقریر تو ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے مگر کاغذ پر تحریر محفوظ رہ جاتی ہے۔

لہٰذا باباصاحب مد ظلہ العالی نے ہماری اس گذارش پر یہ تحریر ہمیں عنایت فرمائی امید ہے تمام قارئین معتقدین و متوسلین کیلئے باعث فیوض و برکات ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کے دامن سے وابستہ رکھے اور انکی محبتوں کو آخرت میں ہماری مغفرت کا سبب بنادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

سگ دربار امتیازیہ

جنرل سیکریٹری حلقہ قادریہ امتیازیہ ٹرسٹ

مرزا راشد بیگ قادری

وجه تحریر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلمو علیٰ رسولہ السید الامین وعلیٰ آلہ اصحابہ اجمعین

اس فقیر کو اس بات کا اعتراف ہے کہ کسی بھی ولی کامل ، اللہ کے نیک اور مقرب بندے کے حالات بلاشبہ وہی شخص لکھ سکتا ہے جو عالم بھی ہو اور عارف بھی اور یہ فقیر پھر اعتراف کرتا ہے کہ یہ ان دونوں نعمتوں سے محروم ہے۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمتہ اللہ علیہ کی شخصیت سے محبت کا وہ جذبہ جسکا اظہار اکثر احباب کے سامنے بیان وکلام کے حوالے سے ہوتا رہتا ہے۔۔ احباب کے حکم (کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پر کوئی تحریر چاہیے) فقیر پر کچھ ایسا غالب آیا کہ اس تحریر کیلئے خود کو آمادہ کر ہی لیا۔ گو کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ پر بیسیوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور ماشاء اللہ سے بڑی بڑی ضخیم کتب ہیں مگر انہیں پڑھ کر پھر بھی ایک تشنگی کا احساس رہتا ہے کہ کیا صرف اعلیٰ حضرت ایک عالم تھے ؟ ایک مولوی تھے ؟ پس اسی جذبے اور احباب کے حکم نے اس تحریر پر آمادہ کیا کہ کم از کم یہ فقیر اور اس کے بزرگ اعلیٰ حضرت کو محض ایک ظاہری عالم نہیں بلکہ ایک کامل شیخ اور مقرب بارگاہ الٰہی ولی سمجھتے ہیں۔

چونکہ اولیاء اللہ کے مناقب و فضائل کا مرتب اور تحریر کنندہ بھی اللہ کی رحمت کا حقدار ٹھرتا ہے۔ لہٰذا اس امید پر یہ چند الفاظ لکھے ہیں۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس پناہ میں التجاء ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے

صدقے اس موہوم سی سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور فقیر کی مغفرت کا سبب بنائے۔

آمین ثم آمین

فقیر محمد خالد صدیقی (القادری) عفی عنہ

۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۰ ھجری

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔ اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء و یھدی الیہ من ینیب سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 13 ترجمہ : اور اللہ اپنے قریب کیلئے چن لیتا ہے ۔ جسے چاہے اور اپنی طرف راہ دیتا ہے اسے جو رجوع لائے (کنزالایمان) یعنی اللہ تعالیٰ کی نگاہ انتخاب جس پر چاہے پڑ جائے تو اسے ایک لمحے میں اٹھا کر اپنی بارگاہ کا قرب عطا فرما دیتا ہے۔ اور جو محنت کرتے ہیں کوشش کرتے ہیں ان کی محنت اور کوشش کو بھی رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ انہیں بھی اپنی بارگاہ کا قرب عطا فرما دیتا ہے۔ عرفاء فرماتے ہیں کہ بس یہی دو معروف راستے ہیں۔ اللہ تک پہنچنے کے کہ ایک تو یہ کہ اللہ بندے کو خود منتخب فرمالے چاہے وہ کسی بھی حال میں عالم اجسام میں یا عالم ارواح میں اس کی بھی کوئی قید نہیں جس طرح سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کہ ابھی شیر خوارگی کا زمانہ ہے مگر محبوبیت کی علامات کا اظہار ہونا شروع ہو گیا۔ شریعت کہتی ہے کہ جب انسان شعور کی حد تک پہنچے تو پھر اس پہ نماز روزہ اور دیگر احکامات فرض ہوں۔ مگر یہ کیا کہ ابھی شیر خوارگی کا زمانہ ہے رمضان کی پہلی تاریخ ہوئی لوگوں میں چاند دیکھنے پر اختلاف ہے کچھ کہتے ہیں کہ قرآئن سے معلوم ہوتا ہے کہ چاند ہو گیا ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ بادلوں کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا۔ نہ جانے چاند نکلا یا نہیں صبح روزہ ہے یا نہیں کیسے فیصلہ کریں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں جیلان کے قصبے میں سادات کے گھرانے میں ایک بچہ ہے نام اس کا عبد القادر ہے اسکی ماں سے پوچھو اگر آج اس نے دودھ نہیں پیا تو اسکا مطلب ہے ر۔ ہے

اگر وہ دن میں دودھ پی لیتا ہے تو سمجھو کہ ابھی چاند نہیں نکلا۔ لوگ بچے کے گھر پہنچے معلوم ہوا کہ آج بچے نے دودھ نہیں پیا۔ سب نے روزہ رکھ لیا۔ افطار کا وقت ہوا تو بچے نے بھی ماں کے دودھ کو منہ لگایا۔ پورا ماہ رمضان اسی طرح گزار۔ شریعت کی قید و پابندی باشعور پر ہوتی ہے۔ یہ شریعت ہے اور بالغ احکام خداوندی پر عمل کرے۔ مگر بچہ روزہ رکھ کر بتا رہا ہے کہ وہ شریعت ہے اور یہ میری طبعیت ہے۔ اس لئے کہ عالم ارواح ہی میں مجھ پر اللہ کی نگاہ انتخاب پڑ چکی ہے۔ اور مجھے اپنی محبت کے لئے اللہ نے چن لیا ہے۔

اور سنیئے خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالی کی عمر مبارک چار سال چار ماہ چار دن کی ہوئی۔ تو مروجہ رسم و رواج کے مطابق رسم بسم اللہ خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ تمام احباب کو جمع کیا گیا۔ لوگ بلائے گئے۔ استاد نے صاحبزادے سے کہا پڑھیئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آپ نے پڑھا اعوذ باللہ من الشیطن الرحیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور شروع سے لے کر پندرہ سپارے حفظ زبانی سنا دیئے۔ استاد نے پوچھا صاحبزادے آگے پڑھیئے۔ فرمایا میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے۔ اسی قدر والدہ کو یاد تھے۔ مجھے بھی یاد ہو گئے۔ آگے آپ پڑھایئے۔ سبحان اللہ عزوجل کیا یہ شان محبوبیت نہیں ہے کہ عالم ارواح ہی میں منتخب کر لئے گئے۔ ابھی عالم اجسام میں وارد نہیں ہوا مگر شعور نہیں ہے بلکہ وہ ہے جسے ہم نے اپنی عنایات اپنے قرب کی نعمت اور اپنے وصال کی لذت آشنائی کیلئے چن لیا ہے۔ اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ بندہ قرب الہی کے حصول کے لئے محنت کرے، مجاہدہ کرے، ریاضت کرے اسے بھی اللہ تعالی اپنی راہ دکھا دیتا ہے۔ ایک راستے کو راہ اجتباء کہتے ہیں۔

دوسرے راستے کو راہ اناب۔

خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی آمد کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اب کار نبوت صالحین کے ذریعے انجام پاتا رہے گا۔ اگلی امتوں میں کوئی سلسلہ خضریہ یا سلسلہ آصفیہ (حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتی حضرت آصف بر خیار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) نہ ہوا۔ اسلئے کہ ابھی انبیاء علیہم السلام کی آمد ہونی تھی۔ یہاں دروازہ نبوت کے بند ہونے کے بعد چونکہ صالحین اور اللہ کے محبوب اور مقرب بندوں سے مخلوق کی بھلائی اور اصلاح کا کام لیا جانا تھا۔ اسلئے ان سلسلوں کا اجراء ہوا۔ کوئی سلسلہ سلسلہ قادریہ کے نام سے مشہور ہوا۔ کوئی چشتیہ اور کوئی سہروردیہ اور نقشبندیہ کے نام سے باقی سلاسل طریقت بھی اپنے اپنے شیوخ کے حوالوں سے مشہور و معروف ہوئے اور یہ سلسلے قیامت تک جاری رہیں گے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ باقی تمام سلاسل میں سلسلہ قادریہ کا ہی فیض بلواسطہ یا بلاواسطہ جاری و ساری ہے۔

"مہر منیر" جو حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی سوانح حیات ہے اس میں مولانا فیض احمد صاحب فیض رقم فرماتے ہیں کہ جب حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان دنوں خراسان کے پہاڑوں میں مجاہدات و ریاضات میں مشغول تھے۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی روحانی طور پر جناب غوث الاعظم کا مندرجہ بالا ارشاد گرامی سن کر اپنی گردن اس قدر خم کی کہ پیشانی

زمین کو چھونے لگی۔ اور عرض کی آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر ہوں سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس اظہار نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سید غیاث الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے۔ جس کے باعث عنقریب ولایت ہند سے سرفراز کئے جائیں گے۔

امام یافعی نے خلاصۃ المفاخر تکملہ روض الریاحین میں تحریر کیا ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ عمر شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی جوانی کے زمانے میں علم الکلام کی تکمیل میں بہت سرگرم تھے۔ آپ نے علم الکلام کی بہت سی کتابیں مطالعہ فرمائیں تھیں مگر آپ کے چچا محترم آپ کے اس شغف کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اسلئے وہ ایک دن آپ کو سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے کر گئے۔ اور ان کے سامنے صورت حال بیان کی سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ سے علم الکلام کے زیر مطالعہ کتب کے نام دریافت کئے اس کے بعد سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کے سینے پر ہاتھ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ علم الکلام کے تمام مسائل بھول گئے۔ مگر آپ کے قلب کے دروازے کھل گئے اور اس میں باطنی علوم سما گئے۔ اس وقت سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اے عمر! تم عراق کے مشہور لوگوں کے آخر ہو۔

شیخ عبد اللہ بلخی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب خوارق الاحباب فی معرفتہ الاقطاب میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ ڈیڑھ سو سال بعد بخارا میں ایک درویش

بہاؤالدین نامی پیدا ہوگا۔ جو ہم سے ایک خاص نعمت کا مستحق ہوگا چنانچہ جب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے میدان سلوک میں قدم رکھا تو حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے پر حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روحانیت کی طرف متوجہ ہو کر الغیاث، الغیاث یا محبوب سبحانی پکارتے ہوئے سو گئے اور خواب میں سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فیوض وبرکات سے سرفراز ہوئے۔

معلوم یہ ہوا کہ ہر سہ سلاسل میں سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیض بلواسطہ یا بلاواسطہ جاری ہے۔

اسی سلسلہ عالیہ قادریہ میں کئی بزرگ ایسے ہوئے۔ جو ظاہری اور باطنی علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ ان کے دن مخلوق کی اصلاح کیلئے وعظ و ارشاد تحریر و تقریر فقہ و شریعت کے اسرار و رموز بیان کرتے گذرتے تو راتیں محبوب کی بارگاہ میں آہ وزاری کرتے رکوع و قیام کرتے گذرتیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت 1272 ھجری ماہ شوال کی 10 تاریخ بوقت ظہر بروز بدھ انگریزی تقریم کے مطابق 1856 عیسوی 14 جون کو اس کائنات رنگ و بو میں تشریف لائی۔ نام **محمد** تجویز ہوا ۔ تاریخی نام **المختار** رکھا گیا۔ مگر دادا نے **احمد رضا** نام رکھا۔ یہ وہ شخصیت تھی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے چن لیا تھا۔ ۳ سال کی عمر میں رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی۔ اور چار سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کرلیا۔ انوار رضا صفحہ نمبر 371 پر مرقوم ہے کہ اس بچے کی عمر ساڑھے تین برس کی ہوگی کہ اپنے محلے کی مسجد کے سامنے اس کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جو عربی لباس میں ملبوس تھے۔ انہوں نے اس بچے سے عربی زبان

میں گفتگو فرمانا شروع کی اور اس بچے نے بھی ان بزرگ کو جوابات فصیح عربی زبان میں دینا شروع کردیئے۔ لوگ حیران و پریشان ہیں مگر جسے اللہ چاہے۔

اثنائے سبق میں استاد نے ایک مرتبہ ایک لفظ کا تلفظ ننھے احمد رضا کو بتایا۔ مگر بچہ وہ تلفظ ادا نہیں کرپارہا تھا۔ مولانا زبر بتاتے اور بچہ زیر پڑھتا یہ کیفیت بچے کے دادا نے جب ملاحظہ کی تو انہوں نے گھر میں سے قرآن پاک کا نسخہ منگوایا اور اعراب دیکھا تو معلوم ہوا کہ سپارے میں کتابت کی غلطی سے وہ اعراب زیر کے بجائے زبر ہوگیا تھا۔ یعنی بچہ ٹھیک پڑھ رہا تھا۔ دادا نے حیرت زدہ ہوکر بچے سے پوچھا بیٹا! مولانا صاحب جس طرح بتارہے تھے۔ تم اس طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ بچے نے جواب دیا۔ میں تو ارادہ کرتا تھا کہ اسی طرح پڑھوں جس طرح استاد صاحب بتاتے ہیں۔ مگر زبان پر قابو نہ تھا زبر کے بجائے ہر مرتبہ زبان سے زیر ہی نکلتا تھا۔ یہ سن کر دادا کی آنکھوں میں آنسو آگئے بڑھ کر بچے کو گلے سے لگالیا۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ آپکو اپنی محبت اور ولایت کیلئے چن لیا تھا۔ اس لئے آپکو خطا سے محفوظ فرمالیا تھا۔ بچپن میں مولوی صاحب سے سبق پڑھتے تو ایک دوبار دیکھ کر کتاب بند کردیتے استاد جب سبق سنتے تو لفظ بہ لفظ یاد ہوتا۔ روزانہ یہ حالت دیکھ کر مولوی صاحب سخت حیران ہوئے۔ ایک دن کہنے لگے میاں! تم آدمی ہو یا فرشتہ مجھ کو پڑھاتے دیر لگتی ہے مگر تم کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگتی اس قسم کے متعدد واقعات مولوی صاحب کو بارہا پیش آئے تو ایک روز تنہائی میں حضرت سے کہنے لگے: صاحبزادے سچ سچ بتادو میں کسی سے کہوں گا نہیں۔ تم انسان ہو یا جن؟ آپ نے فرمایا الحمد اللہ کہ میں انسان ہی ہوں بس اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ ہے ننھے احمد رضا کا روزہ رکھایا گیا

گرمی کا زمانہ ہے سہ پہر کے وقت گھر میں روزہ کشائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں ایک الگ کمرے میں افطار کے دوسرے سامان کے ساتھ فرنی کے پیالے بھی رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے والد ماجد یکایک آپ کو اسی کمرے میں لے جاتے ہیں اور دروازہ بند کر کے ایک پیالہ اٹھاتے ہیں۔ اور بیٹے کی طرف بڑھا کر کہتے ہیں۔ لو اسے کھالو بیٹا حیران ہو کر عرض کرتا ہے۔ ابا حضور میرا تو روزہ ہے کیسے کھاؤں؟ والد ماجد فرماتے ہیں میاں کھا بھی لو۔ بچوں کا روزہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ میں نے دروازہ بند کر دیا ہے۔ کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے۔ جلدی سے کھالو یہ سن کر بیٹا ادب سے کہتا ہے ابا حضور! جس کے حکم سے روزہ رکھا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کے والد ماجد کی آنکھوں سے بے اختیار اشکوں کا تار بندھ جاتا ہے۔ فرط محبت سے بیٹے کو سینے سے لگا لیتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خالص قادریہ سلسلے کے بزرگ ہیں آپ نے سلوک و طریقت کی منزلیں شاہ آل رسول مارہروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر طے فرمائیں۔ اور آپ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی پیر و مرشد نے آپ کو تمام سلاسل میں اجازت و خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو تقریباً تین برس تک اپنے پیر و مرشد سے شرف ہدایت حاصل رہا۔ 1297 ھجری میں شاہ صاحب کا وصال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تو اپنے پیر صاحب سے محبت کرتے ہی تھے۔ پیر صاحب بھی اعلیٰ حضرت سے بہت محبت فرماتے اور انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ایک مرتبہ شاہ صاحب نے فرمایا بروز

حشر اگر باری تعالیٰ پوچھے گا کہ اے آل رسول! دنیا سے میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں عرض کردوں گا کہ اے پروردگار میں تیرے لئے احمد رضا لایا ہوں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو تیرہ سلاسل طریقت میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔آپ کی ولایت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ قیام حرمین شریفین کے دوران ایک روز اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حرم مبارک میں حاضر تھے۔اور مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ امام شافیہ شیخ حسین بن صالح نے بغیر کسی تعارف کے آگے بڑھ کر آپکا ہاتھ پکڑ لیا۔اور اپنے ساتھ گھر لے گئے۔فرط محبت سے دیر تک آپ کی پیشانی دیکھتے رہے اور جوش عقیدت میں انکے منہ سے نکلا انی لا جد نور من هذا الجبین (بے شک میں اس کی پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں)۔

تصوف اور طریقت کا پہلا قدم ادب ہے۔جسے بھی ملا ہے جو کچھ بھی ملا ہے وہ سب ادب کا نتیجہ ہے۔تواضع اور انکساری کا پھل ہے۔اپنے آپ کو اتنا ذلیل و حقیر سمجھیے کہ لوگ آپ کا مذاق اڑانے لگیں۔ایسے گمنام رہیے کہ پڑوسی بھی نہ جاننے پائیں کہ آپ مقبول بارگاہ ہیں۔عاجزی اور انکساری اس راہ کا زاد سفر ہے۔وہی مراد کو پہنچا جس نے عاجزی انکساری اور ادب و تعظیم کو اپنالیا۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ایک مرتبہ ان کے پیر زادے نے رکھوالی کیلیے دو کتوں کی فرمائش کی کہ اگر ہو سکے تو دو کتے کسی اعلیٰ نسل کے بھجوادیں جو رکھوالی کے کام آسکیں۔تو اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے خط لکھا کہ حضور دو کتے خانقاہ کی دیکھ بھال اور رکھوالی کیلیے بھجوا رہا ہوں۔جو رکھوالی کے علاوہ کام کاج بھی کریں گے نسل سے بھی واقف ہوں عمدہ نسل کے ہیں۔جانتے ہیں یہ دو کتے کون تھے۔اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے

دونوں بیٹے حامد رضا مصطفیٰ رضا کو اپنے پیر خانے بھیج دیا تھا۔

کون ہے جو یہ ہمت کرے۔ یہ خیال کس کو آئے۔ ہاں اللہ اگر چاہے تو۔۔

اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت غوث اعظم پیران پیر دستگیر حسنی حسینی غوث صدانی، قطب ربانی محبوب سبحانی قندیل نورانی رحمتہ اللہ تعالی علیہ کی تعلیمات پر بصدق دل عمل کیا ہے۔ اور غایت درجہ احترام بھی کیا ہے۔ آپ نے ساری زندگی بغداد کی سمت یا مکہ مدینہ کی جانب پیر دراز نہیں کئے۔ آپ نے مجلس قطب ربانی سے بہت کچھ روحانی فیض حاصل کیا۔ جیساکہ سرکار غوث اعظم کا قول مبارک ہے۔ اے عالم ہزار مہینوں کا راستہ طے کر کے آ۔ تاکہ تو مجھ سے ایک قول سنے اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، زہد پارسائی اور احوال پر نظر نہ رکھے۔ تاکہ تو مجھ سے اپنا نصیب لے سکے۔ میری مجلس میں ملائک واولیاء آتے ہیں۔ تاکہ وہ مجھ سے بارگاہ کبریا میں تواضع کے آداب سیکھیں۔ حق تعالی نے کوئی ولی نہیں پیدا کیا۔ جو بصورت زندگی جسمانی اور بصورت موت روحانی طور پر میری مجلس میں شریک نہ ہوا ہو۔

اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ پر غوث الاعظم کی بڑی نظر تھی۔ اس لئے نہیں کہ وہ بہت بڑے عالم تھے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ بزرگ کا بے حد ادب کرتے تھے۔ اور سر نیاز جھکا دیا کرتے تھے۔ صوفی محمد علی صاحب قادری چشتی نظامی شمشیری 71 سال کی عمر ہے۔ اورنگی میں رہائش پذیر ہیں۔ ہندوستان کے شہر جھانسی سے آپ کا تعلق ہے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کے حوالے سے ایک واقعہ سنایا۔ سے ایک واقعہ سنایا۔ صوفی محمد علی صاحب کے والد صوفی محمد شمشیر خاں قادری چشتی نظامی نے 122 سال کی عمر پائی اور 1962 میں انکا وصال اجمیر شریف سے عرس خواجہ صاحب سے واپسی میں ہوا۔ جس کی تفصیلات ہندوستان کے

اخبارات نے شائع کیں۔ صوفی محمد شمشیر خاں صاحب قادری چشتی غیر منقسم ہندوستان کی خفیہ پولیس میں انسپکٹر تھے۔ اور حکومت کی طرف سے ان کی ڈیوٹی اکثر بزرگان دین کی خانقاہوں آستانوں یا مدرسوں پر لگا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ سرکاری حکم کے تحت انکی ڈیوٹی خانقاہ رضویہ پر لگی۔ حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ دیکھو کہیں مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی تو باغیوں کی مدد میں خفیہ طور پر ملوث نہیں۔ صوفی محمد شمشیر خاں صاحب ایک عام آدمی کے بھیس میں خانقاہ پر رہنے لگے۔ دن میں کئی مرتبہ ملاقات و زیارت اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ سے مشرف ہوتے۔ لیکن رات میں کئی مرتبہ دیکھا کہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے حجرے مبارک کا چراغ رات گئے تک جلتا رہتا ہے انہیں تشویش ہوئی کہ کہیں کوئی گڑبڑ والا معاملہ نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں خفیہ دروازے سے لوگ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے آتے ہوں۔ کیوں کہ اعلحضرت دن بھر کے تھکے ماندے اب تو آرام کا وقت ہے تو رات میں روشنی میں اب کیا کام ہوتا ہے۔ ایک رات سوچا کہ آج ضرور دیکھوں گا۔ جب رات ہوئی ہر طرف سناٹا چھا گیا تو صوفی محمد شمشیر صاحب آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے حجرہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچے۔ ایک سوراخ سے جس سے روشنی چھن چھن کر باہر آرہی تھی اپنی آنکھیں لگا دیں مگر یہ کیا کہ اندر کا منظر دیکھتے ہی جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اور دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اپنی سوچ پر پشیمانی ہوئی کہ میں نے کیا سوچا تھا اور یہاں کیا ہو رہا ہے۔ صوفی محمد شمیشر صاحب نے بتایا کہ انہوں نے جب اعلحضرت

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حجرے میں جھانکا تو جہاں دن میں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ وہاں سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تشریف فرما ہیں۔ اور جہاں عام لوگ بیٹھتے تھے۔ وہاں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بیٹھے ہیں۔ سرکار غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھواتے جاتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں کاغذ اور قلم ہے وہ لکھتے جاتے ہیں.......

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ صوفی فقیہ ہیں۔ آپ ایسی زبردست نورانی شخصیت کے مالک تھے کہ دور دراز سے لوگ سفر کر کے آپ سے ملاقات کو آتے اور فیض حاصل کرتے۔ اعلیحضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اگر صرف فقیہ ہوتے صرف عالم ہوتے مگر صوفی نہ ہوتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے نام کو اتنا بلند نہ کرتا جتنا کہ آج ہو چکا ہے۔ کچھ دنوں تک تو خوب شور ہوتا لیکن بعد میں کوئی آپکا یا بریلی شریف کا نام نہ جانتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احوال اللہ کو پردہ خفاء میں ہیں۔ مگر جن کے ظاہر ہیں خوب ظاہر ہیں۔ ہر کس وناکس سر جھکانے پر مجبور ہے۔ یہ صرف صوفیہ کا والہانہ انداز محبت ہے اور خالص فنائیت فی اللہ ورسول ﷺ ہے۔ جس نے ہر سمت آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا شہرہ بلند کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات اور تصوف پر بیشتر تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دل تصنع ریاکاری اور ظاہری نام ونمود سے پاک تھا۔

آپکا جذبہ حب رسول ﷺ اللہ اکبر مثال نہیں دی جا سکتی۔ اہل محبت کے نزدیک ہر وہ چیز قابل تعظیم ہوتی ہے۔ جسے محبوب کے ساتھ معمولی سی نسبت بھی حاصل ہو سادات کرام کے جسم میں تو حضور ﷺ کا خون رواں دواں

ہوتا ہے، اس لئے ان کی تعظیم و تکریم اور محبت اور الفت کو ہر مسلمان اپنے لئے سعادت تصور کرتا ہے۔ اس سلسلے میں بھی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا طرز عمل نہایت ہی قابل تقلید تھا۔ آپ کے ہاں میلاد النبی ﷺ یا عرس وغیرہ کی تقریبات میں سادات کو دوہرا حصہ دیا جاتا۔ ان کی تعظیم و توقیر میں کسی طرح کی کوئی کمی نہ کی جاتی۔ حتیٰ کہ ایک دفعہ ایک صاحبزادے امور خانہ داری کیلئے ملازم رکھے گئے۔ بعد میں پتہ چلا کہ سید ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے گھر والوں کو تاکید فرمادی کہ خبردار! صاحبزادے سے کوئی کام نہ لیا جائے اس لئے کہ وہ مخدوم زادے ہیں۔ جس چیز کی انہیں ضرورت ہو۔ حاضر کی جائے اور جس تنخواہ کا وعدہ ہوا ہے بطور نذرانہ پیش ہوتا رہے۔

ایک مرتبہ ایک سید صاحب نے آپکے دروازے پر آکر آواز دی کہ دلواؤ سید کو یہ سنتے ہی آپ باہر تشریف لائے اور دینی امور کیلئے جو دو سو روپے کی رقم رکھی تھی پیش کردی اور کہا حضور حاضر ہیں اس میں مختلف قسم کے سکے تھے۔ سید صاحب کچھ دیر انہیں دیکھتے رہے۔ پھر ایک چونی اٹھالی اور فرمایا بس آپ لے جایئے۔ اسی وقت آپ نے خادم سے فرمایا کہ جب سید صاحب تشریف لائیں تو ایک چونی ان کی نذر کردیا کرو۔ انہیں کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔

ایک مرتبہ تعظیم اہل بیت اطہار پر گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ قاضی وقت اگر سید کو حد لگائے (یعنی جرم ثابت ہونے پر سزا دے) تو یہ خیال نہ کرے کہ میں سزا دے رہا ہوں۔ بلکہ یہ تصور کرے کہ شہزادے کے پاؤں میں کیچڑ لگ گئی دھو رہا ہوں۔

آپکی نسبت اپنے محبوب ﷺ سے کس قدر قوی تھی۔ اس کا

اندازہ آپ اس واقعے سے لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ مزدور اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کی پالکی اُٹھائے ہوئے جلسہ گاہ کی طرف لے جارہے تھے۔ لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔ نورانی اور روحانی سماں تھا۔ ہر شخص سراپا سوز و گداز تھا۔ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کی پذیرائی دیدنی تھی۔ ہر دل ان کی زیارت کے خیال سے دھڑک رہا تھا۔ پالکی بردار مزے سے چلے جارہے تھے۔ کہ اچانک اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے پوچھا کہ اے پالکی بردادو! تم میں کوئی سید زادہ تو نہیں اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ سچ بتایئے۔ کیونکہ میرے ایمان کا ذوقِ لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ تمام مزدوری کرتا ہوں۔ میں اسی چمن کا ایک مرجھایا ہوا پھول ہوں۔ جس کی خوشبو سے آپ کے مشام جان معطر ہیں۔ ابھی اس مزدور کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی۔ کہ لوگوں نے یہ پہلی تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس مزدور کے قدموں پر رکھی ہے۔ اور وہ آنسوؤں کی بارش میں مزدور سے التجا کر رہا ہے۔ معزز شہزادے میری گستاخی معاف کردو لاعلمی میں یہ خطا سرزد ہو گئی۔ ہائے غضب جن کی کفش پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے ان کے کندھے پر میں نے سواری کی کل قیامت کے دن حضور ﷺ سرور دو عالم کو کیا منہ دکھلاؤں گا ۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ جس طرح ایک عاشق دلگیر اپنے روٹھے ہوئے محبوب کو مناتا ہے ۔ اسی انداز میں وقت کا یہ عظیم المرتبت امام اس سید زادے مزدور کی منت و سماجت کر رہا ہے۔ اور لوگ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عشق کی نازبرداریوں کا رقت انگیز تماشہ دیکھ رہے ہیں۔

آخر کار اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخری التجائے شوق پیش کی کہ اب آپ پالکی میں بیٹھیں اور میں اسے کندھے پر اٹھاتا ہوں۔ اس التجا نے لوگوں کے دلوں میں جذبات کا تلاطم برپا کر دیا۔ وفورِ جذبات سے لوگوں کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں ہزار انکار کے باوجود آخر شہزادے کو التجا قبول کرنا پڑی۔۔۔۔۔

اللہ نے اپنے خاص بندوں کو بہت چھپا رکھا ہے۔ اولیائے متاخرین و سابقین اپنی ولایتوں کو بوقت ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے۔ لیکن آج تمام ولیوں کو بے پردگیوں کا حکم نہیں ہے۔ وقت پڑنے پر بھی کرامتیں ظاہر نہیں ہوتیں۔ ہوتی بھی ہیں مگر پہچانی نہیں جاتیں دیگر دلیلیں اور علتیں ایسی نمایاں ہوتی ہیں کہ دستِ غیب ثابت نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی میں بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں مگر کسی کے بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اور کوئی صرف شمس العلماء کہہ کر رہ گیا کسی نے عالم فاضل عالم مفتی کہہ دیا۔ اصل میں بقول امام شعرانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ فرماتے ہیں جو چیزیں کہ اولیاء اللہ کی پہچان سے روکتی ہیں۔ ان میں سب سے بڑا حجاب شہود و مماثلت و مشاکلت ہوتا ہے یہ بہت بڑا حجاب ہے اس پردے سے اللہ تعالیٰ نے اکثر اولین و آخرین کو چھپایا ہے۔ حکمتِ الٰہیہ یہ چاہتی ہے کہ تمام مخلوق کسی ولی سے اتفاق نہ کرے۔ اس میں ایک راز پوشیدہ ہے کہ اگر ساری مخلوق اس ولی کی عقیدت مند ہوتی تو لوگوں کے اعتراض اور مخالفت کرنے پر صبر کا اجر اس ولی کو نہ ملتا۔ جو شخص کسی اللہ والے کو برا کہتا ہے گویا وہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ انجام اس کا ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔ شہود و مماثلت و مشاکلت نے اکثر علمائے دین کو مجتہد زمانہ امام عالی وقار کے مزاج عارفانہ کو سمجھنے نہ دیا اور ان کے زمانے کے لوگوں نے جب بھی موقعہ ملا ان کا مذاق بھی

خوب اڑایا گالیاں بھی خوب دیں اور لعنت و ملامت بھی جی بھر کے کی ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ غیر مقلدین اور وہابیوں کو برا بھلا کیوں لکھتے ہیں اور انہیں مشتعل کیوں کر دیتے ہیں کہ وہ آپ ہی کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔ تو آپ نے بڑے گلو گیر لہجے میں آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ دشنام طراز، کینہ جو، بد خصلت اور بد مذہب لوگ میرے آقا و مولا فخر موجودات سید السادات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر سے ذہن ہٹا لیں اور احمد رضا کو جی بھر کے کوسیں گالیاں دیں۔ میرے لئے یہی بہت بڑی سعادت ہے کہ طائف کے طرفداروں کو میں نے اپنے پیچھے لگا لیا۔ وہ جتنا چاہیں مجھے لہولہان کریں میں کچھ نہ بولوں گا۔ گویا مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح اپنے نفس کیلئے کسی سے بدلہ نہ لینے کی قسم کھالی تھی۔ یہ واقعہ آپکے حسن اخلاق کی تازہ مثال ہے کہ آپ نے اپنے نفس کیلئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔

رمضان المبارک میں مغرب کے بعد آپکا معمول تھا کہ پان کھایا کرتے تھے۔ اور پان گھر سے بن کر آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ شام کے وقت پان میں تاخیر ہو گئی۔ دیر میں ایک بچہ پان لیکر حاضر خدمت ہوا رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور تقریباً مغرب کے بعد دو گھنٹے گذر چکے تھے۔ جبکہ اعلیٰ حضرت افطار کے بعد صرف پان پر اکتفاء فرماتے۔ لانے والے بچے سے فرمایا اتنی دیر میں لائے اور اس کو ایک چپت بھی لگا دی واقعہ تو گذر گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد اعلیٰ حضرت کو خیال آیا کہ میں نے غلطی کی کہ اس بچے کو ایک چپت لگائی لہٰذا رہا نہ گیا اور سحری کے وقت اسی بچے کو بلا کر فرمایا کہ شام میں نے چپت مار دی تھی حالانکہ قصور تمہارا نہیں بھیجنے والے کا تھا۔ لہٰذا اب اس غلطی کا کفارہ اس طرح ہو گا کہ تم بھی میرے سر پر چپت

مارو اور سر سے ٹوپی اتار کر اصرار فرمایا حاضرین یہ تماشا دیکھ کر مضطرب و پریشان ہو گئے بچہ بھی عالم حیرت میں مبتلا ہو گیا اور عرض کیا حضور میں نے معاف کیا۔ تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا تم نابالغ ہو تمہیں معاف کرنے کا کیا حق ہے ؟ تم چپت مارو مگر وہ نہ مار سکا۔ اس کے بعد اپنا بکسہ منگوایا اور اس سے مٹھی بھر کر پیسے نکالے اور فرمایا میں تم کو یہ اتنے پیسے دونگا تم چپت ماردو مگر وہ بچہ کہتا رہا حضور میں نے معاف کیا آخر کار جب امام احمد رضا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ دیکھا کہ بدلہ نہیں لے رہا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر مبارک پر بہت سی چپتیں لگائیں اور پھر اس بچے کو پیسے دے کرر خصت فرمایا۔

اعلیٰ حضرت قبلے کا بہت احترام فرماتے کبھی قبلے کی طرف نہ تھوکتے اور نہ پاؤں پھیلاتے۔ یہاں تک کہ کبھی قبلے کی طرف پیٹھ کر کے مسجد سے واپس نہیں ہوئے۔ ہمیشہ قبلے کی طرف منہ کر کے مسجد سے نکلتے۔ ہر کام سیدھے ہاتھ سے کرتے حتیٰ کہ 786 لکھتے وقت پہلے چھ لکھتے پھر آٹھ اور آخر میں سات۔۔۔۔

ادب و احترام کا دامن ہاتھ سے کبھی نہ چھوڑا۔ یہ نہ سوچا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سرکار غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی فاتحہ لگائی۔ بعد فاتحہ اپنے دست کرم سے شیرنی مجھ کو بھی عطا فرمائی۔ اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا۔ کہ اچانک اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پلنگ سے اٹھ گئے سب حاضرین کے ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی ضرورت کے تحت اندر تشریف لے جائیں گے۔ لیکن حیرت بالائے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت

زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت اس ذرے کو نوک زباں سے اٹھا رہے ہیں اور پھر اپنی نشست گاہ پر پہلے کی طرح آکر بیٹھ گئے اس واقعے کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار غوثیت کی عظمت اور محبت میں ڈوب گئے اور فاتحہ غوثیہ کی شیرینی کے ایک ایک ذرے کے تبرک ہوجانے میں کسی دوسری دلیل کی حاجت نہ رہ گئی۔ اور اب میں نے سمجھا کہ باربار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ میں کچھ نہیں ہوں یہ آپ کے جدامجد سرکار غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کردینے کیلئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا مقصود تھی بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت سرکار غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ میں جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں ہو اس طرح تھے۔ اور سرکار غوث اعظم کا تعلق اسی طرح حضور ﷺ سے تھا اور کون نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔ کنزالایمان سورۃ نجم آیت نمبر 34

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو بزرگوں کو تعویذ ضرور لکھنے چاہیئں۔ گو کہ یہ ضروری نہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو تمام علوم سے نواز دیتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بھی تعویزات کا مکمل علم جانتے تھے۔ بلکہ آپ تو تمام علوم کی طرح اس علم میں بھی غیر معمولی ادراک کے مالک تھے۔ اور تعویزات کو پر کرنے کے بے شمار طریقوں سے واقف تھے۔ حالانکہ اکثر تعویزات لکھنے والے حضرات لکیر کے فقیر ہوتے ہیں۔ انہیں نہ تو اس فن کے اسرار و رموز سے آگہی ہوتی ہے اور نہ ہی خود کسی نقش کے پر کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ آج کل تو اور آسانی ہوگئی ہے۔

یا تو پریس سے تعویزات چھپوا لیے یا پھر مہر ہوالی زعفرانی رنگ سے ٹھپے لگائیں جائیں تعویز بنائے جائیں۔

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاریؒ کے پاس ایک شاہ صاحب تشریف لائے اور بڑے فخر سے کہنے لگے کہ میں نقش مربع سولہ طریقوں سے پر کر لیتا ہوں۔ حضرت ملک العلماء نے ان کے پوچھنے پر بتایا کہ مجھے نقش مربع پر کرنے کے گیارہ سو باون طریقے آتے ہیں۔ شاہ صاحب کو یہ ناقابل یقین بات سن کر اسقدر تعجب ہوا کہ اعتبار نہ آیا۔ پوچھا یہ فن آپ نے کس سے حاصل کیا حضرت ملک العماء نے فرمایا! اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ سے شاہ صاحب کے پوچھنے پر آپ نے بتایا کہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ 23 سو طریقوں سے نقش مربع پر کرنا جانتے تھے۔ بالآخر شاہ صاحب نے وہ کاپی دیکھی جسمیں حضرت ملک العماء نے نقش مربع گیارہ سو باون طریقوں سے پر کیا ہوا تھا۔ تو یقین کیے بغیر کوئی چارہ نہ رہا۔ مگر اس معراج فن کے باوجود اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ تعویزوں کا معاوضہ ہرگز نہ لیتے۔

آپکا حافظہ حیرت انگیز حد تک قوی تھا۔ ایک روز تیں خطوط آئے۔ ڈاکٹروں نے تحریر سے منع کر رکھا تھا۔ مغرب کے بعد آپ نے وہ خطوط سنے۔ اور بیک وقت چار حضرات کو ان کے جولبات لکھوانا شروع کر دیے۔ ہر ایک کو ایک ایک فقرہ بتا دیتے۔ وہ لکھنے لگ جاتے۔ لکھ لیتے تو اسی ترتیب سے ہر ایک کو اگلا فقرہ بتا دیتے۔ اس طرح تمام خطوط کے جوابات لکھوا دیئے۔ صوفی کے راستے میں ساری زندگی سب سے زیادہ کانٹے شیطان بچھاتا ہے۔ اس کے **بہکاوے** ایسے پرفریب ہوتے ہیں کہ اچھے اچھے الہام

عرفان سمجھ کر جھوٹ کو سچ سمجھنے لگتے ہیں اور سیدھی راہ سے دور جانکلتے ہیں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ضمن میں فرمایا کہ بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے دھاگے کی لگام ڈالتا ہے واقعہ یہ ہے کہ جتنا علم وسیع ہوتا جاتا ہے سالک بھی سمندر کی طرح پھیل کر گہرا اور وسیع ہوتا جاتا ہے۔ جب تک انسان میں تمیز حرام و حلال پوری طرح واضح نہ ہو جائے تو اس بات کا امکان رہتا ہے۔ کہ بعض حرام ناجائز قسم کے افعال واعمال بھی مسلمان لاعلمی کی وجہ سے مباح اور حلال سمجھ کر کرتا رہے گا اور گنہ گار ہوتا رہے گا۔ اس لئے راہ سلوک کے متوالوں کو چاہیے کہ تمام تر ضروری علم حاصل کریں یاد رہے کہ غیر ضروری دنیاوی علم کو حاصل کرنا ضروری نہیں بلکہ بعض اوقات وقت کا ضیاع ثابت ہوتا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ 66 سے زائد علوم پر مکمل دسترس رکھتے تھے آپ نے مخلوق کی اصلاح اور بھلائی کیلئے ایک ہزار سے زائد کتب تصنیف کیں۔ اگر ہم اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات مبارکہ کے 65 سالوں کو ان کی علمی زندگی کے حوالے سے تقسیم کریں تو ہر پانچ گھنٹے بعد ہمیں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک کتاب عطا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں آپ کیا کہتے ہیں یہ کسی عام آدمی کے بس کی بات ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا علم علم لدنی تھا۔ تصوف سے متعلق جیسی باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں اس قسم کی باتیں کہیں کسی کتاب میں نہیں ملتیں۔ مرتبہ غوثیت سے متعلق آپ فرماتے ہیں بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے غوث کو مراقبے سے حالات منکشف نہیں ہوتے بلکہ انہیں ہر حال میں یونہی آئینے کی طرح سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ وہ دنیا کو ہتھیلی میں رائی کے دانے کی مانند دیکھتے ہیں۔ ہر غوث کے دو وز

ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبد اللہ اور سید ھی جانب کا وزیر عبد الرب اور بائیں طرف کا وزیر عبد الملک ہوتا ہے۔ اس سلطنت میں بائیں طرف والا وزیر دائیں طرف والے وزیر سے اعلیٰ ہوتا ہے یعنی دنیاوی سلطنت کے بالکل بر خلاف اس لئے کہ یہ دل کی سلطنت ہے۔ اور دل بائیں طرف ہوتا ہے۔ غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کے وزیر تھے۔ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائیں طرف کے وزیر پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فائز ہوئے اور ان کے دو وزیر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقرر ہوئے۔ اسی طرح یہ سلسلہ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آیا اور بعد میں سرکار غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ غوث ہوئے اب ان کے بعد جتنے غوث ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ اب حضرت غوث اعظم تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے آپ غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی آپ کے بعد اب جتنے ہونگے۔ حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہونگے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

بزرگان دین کے اعراس مقدس کے تعین کی بابت فرمایا کہ

اولیائے کرام کی ارواح طیبہ کو ان کے وصال شریف کے دن قبور کریمہ کی طرف توجہ زیادہ ہوتی ہے چنانچہ وہ وقت جو وصال کا ہے۔ فیوض و برکات حاصل کرنے کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ آپ قادری ہونے کے باوجود چشتیہ سلسلے کے تمام بزرگان دین کی بے پناہ عزت و احترام کرتے تھے ایک جگہ فرمایا حضرت خواجہ خواجگان

خواجہ غریب نواز اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں آپ سچی اور قلبی ارادت کو فیض کی کنجی سمجھتے تھے اور مرشد کی توجہ سے بیڑا پار جانتے تھے۔ تصوف کی راہ میں ان دونوں باتوں کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے کوئی مرید ہوا مگر پیر سے ارادت نہ ہوئی ہر گز فیض نہ ہوگا۔ زندگی بھر خدمت کی لیکن نفس ساتھ ساتھ چلتا رہا ہر گز پیر کی نظر نہ ہوگی۔ بے لوث خدمت کی بات کچھ اور ہوتی ہے حضور غوث الاعظم کا ارشاد ہے جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے نفع نہ پائے گا۔ علی بن ہیتی رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید علی جوسقی سے مخاطب ہو کر سرکار غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اپنے تمام معاملات میں اپنے شیخ کی طرف ہی رجوع کرنا چاہیے۔ یعنی اگر شیخ کا شیخ بھی سامنے موجود ہے تب بھی اپنے شیخ کی نظر کرم کا محتاج رہے۔ دربدر کا ہر جائی کہیں سے بھی کچھ نہیں پاتا آداب مریدین میں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بہت فیوض وبرکات کے کلمات کہے ہیں مثلاً ایک جگہ فرمایا شیخ کے سامنے خاموش رہنا افضل ہے ضروری مسائل پوچھنے میں حرج نہیں آپ نے تاکیدا کہا کہ شیخ کے سامنے ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر تو دوسری جگہ بھی کر سکتا ہے یہاں صرف اور صرف توجہ شیخ کی جانب ہونا چاہیے اور یہ حقیقتا ذکر سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ تکمیل ذکر ہے کہ وہ جو کرے گا بلا توسل ہوگا۔ اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا وہ بتوسط ہوگا۔ یہ اس سے بدرجہا افضل ہے اصل کام حسن عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں حسن عقیدت ہونا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ

طلب صادق کبھی خالی نہیں جاتی اولیاء اللہ کی سچے دل سے پیروی کرنا اور مشابہت کرنا کسی دن ولی اللہ کر دیتا ہے۔ اس لیئے کہ جو کسی کی نقل اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کو بھی اس گروہ میں شامل فرمالیتا ہے ہاں نقل سچے دل سے اختیار کی ہو کہ مولا میں نے اپنا ظاہر بدلا اب تو باطن بھی تبدیل فرمادے لیکن اگر صرف مشابہت میں سالک رہا ہے تو ولی اللہ نہ بن سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نام نہاد صوفی اصل تصوف سے بہت دور ہلاکت میں جاپڑے اللہ ایسے کذب و تصنع سے محفوظ رکھے۔ فرماتے ہیں! نبوت اور ولایت کا فرق بھی سمجھ لیجئے ولایت کی توجہ الی اللہ ہوتی ہے یعنی اللہ کی طرف اور نبوت کی توجہ اللہ کے حکم کے مطابق الی الخلق یعنی مخلوق کی طرف نبوت اسی طرح غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے تصوف میں قلب اور نفس کی اصطلاح کا ایک خاص معنی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ قلب حقیقتا اس گوشت کے لوتھڑے کا نام نہیں جو سینے میں موجود ہے۔ بلکہ وہ ایک لطیفہ غیب ہے۔ جس کا مرکز سینے کی بائیں طرف ہے اور نفس کا مرکز زیر ناف ہے۔

شیخ کے پردہ فرمانے کے بعد مرید کو کس طرح حاضری دینی چاہیے اس کے بارے میں بھی بہت عمدہ ہدایت فرمائی۔ فرمایا! مرید کو چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھنا چاہیے شیخ کی زندگی میں جیسا ادب کرتا تھا اسی طرح کا ادب اب بھی اختیار کرے۔ قبر میں جس سمت چہرہ کھلا ہوتا ہے۔ اس سمت مرید کو بھی کھڑا ہونا چاہیے۔ فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ مرید عالم فاضل اور صاحب شریعت و طریقت ہونے کے باوجود دامن مراد بھر نہیں پاتا۔ غالبا اس کی وجہ یہ ہے کہ مدارس سے فارغ اکثر علمائے دین اپنے آپ کو پیر سے افضل سمجھتے ہیں یا علم

کا غرور اور کچھ ہونے کا فخر کہیں کا نہیں رہنے دیتا۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کبھی کبھی بڑی دلسوزی سے فرماتے کہ بحمد اللہ تعالیٰ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہو گا۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے رگ و ریشے میں عشق رسول ﷺ رچا ہوا تھا۔ شب و روز کے کسی لمحے بھی آپ کے خمار عشق میں کمی نہ ہوتی۔ حتیٰ کہ جب اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آرام فرمانے کیلئے لیٹتے تو ان کے جسم کا نقشہ ایسے ہو جاتا جیسے اسم محمد ﷺ آپ نے دیگر وصایا میں ایک وصیت یہ بھی فرمائی کہ میری لحد کو اتنا کھلا رکھنا یعنی گہرا رکھنا کہ آدمی کھڑا ہو جائے۔ کسی نے پوچھا کہ کیوں؟ فرمایا جب میری قبر میں حضور اکرم ﷺ تشریف لائیں گے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ احمد رضا لیٹا رہے بلکہ میں وہاں تعظیماً کھڑے ہو کر شرف نیاز حاصل کروں گا۔۔۔۔۔ آپ کے وصال کے برسوں بعد ایک صاحب نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا جب حضور ﷺ آپکی قبر میں تشریف لائے تو آپ نے کھڑے ہو کر استقبال کیا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبسم فرمایا اور فرمایا ہاں میں نے دست بستہ کھڑے ہو کر سرکار ﷺ کا استقبال کیا تھا۔

مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کہتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ سے اعلیٰ حضرت کا تذکرہ کیا اور کچھ واقعات ان بزرگ کو سنائے۔ انہوں نے سن کر بڑی تحسین کی یہ بزرگ پیر عبد الحمید صاحب بغداد کے رہنے والے ہیں۔ بڑودہ تشریف لائے تھے اور جامع مسجد میں ایکروز نماز مغرب پڑھائی میں نے ایسا

لطف کبھی قرآن کی تلاوت میں نہیں محسوس کیا۔ بعد نماز میں نے معلوم کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو ان کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں۔ پھر میں ان کی قیام گاہ پر گیا۔ اعجاز قرآن کے سلسلے میں ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں ایران گیا۔ وہاں آتش پرستوں کا ایک آتش کدہ بہت پرانا تھا۔ وہاں آتش پرستوں سے مناظرے کیلئے لوگوں نے مجھے منتخب کیا تو میں نے کہا یہ لوگ جسے پوجتے ہیں اسی سے پوچھ لو۔ یعنی آتش کدے میں جاکر آگ سے پوچھ لو کہو کس کی رعایت کرتی ہے۔ ان لوگوں نے اسے صرف دھمکی سمجھی اور مناظرے کی تاریخ مقرر کردی۔ وقت مقررہ پر تمام لوگ ۔ شہر کے جمع ہو گئے تو میں نے اس آتش کدے کے پجاری سے کہا کہ اب چلئے وہ گھبرا لیا اور رک گیا میں نے سوچا کہ اگر میں بھی رک گیا تو لوگ واقعی دھمکی تصور کریں گے۔ اس لئے میں اکیلا ہی اس آتش کدے میں چلا گیا۔ اور پورے بیس منٹ تک آگ میں کھڑا رہا۔ اس کے بعد نکل آیا یہ دیکھ کر بہت سے آتش پرست مسلمان ہو گئے اور آتش پرستی سے توبہ کرلی مولوی محمد حسین میرٹھی کہتے ہیں اب میں نے ان بزرگ سے پوچھا کہ آپ کیسے آگ میں چلے گئے تو فرمایا! قرآن مجید لے کر اور یہ سمجھ کر کہ جب ہم کو قرآن نار جہنم سے بچائے گا تو اس معمولی آگ سے کیوں نہیں بچا سکتا۔ یہ واقعہ اسلئے ذکر کر دیا تاکہ پڑھنے والے ان بزرگ کی فضیلت اور قوت ایمانی کا اندازہ لگا سکیں ان بزرگ کو جب اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں بتایا گیا پھر دوسرے دن ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ آج تمام رات گریہ وزاری میں گذری ساری رات میں یہی کہتا رہا کہ اے خداوندا! تیرے ایسے بندے بھی ابھی روئے زمین پر موجود ہیں جو اس درجہ زہد و تقویٰ والے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا اہل بیت اطہار سے محبتٖ اور ان کی تعظیم و تکریم کے حوالے سے ایک واقعہ پالکی والا گذشتہ صفحات میں آپکی نظروں سے گذرا ہو گا۔ جس میں اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھرے مجمع میں پالکی سے اتر کر سید زادے کو پالکی میں بٹھایا اپنا قصور معاف کرایا اور پھر اس پالکی کو کاندھا دیا۔ علامہ ارشد القادری اپنی تصنیف دل کی آشنائی میں فرماتے ہیں کہ اس واقعے کے کوئی ہفتے ڈیڑھ ہفتے بعد بریلی شریف کے اسٹیشن پر ایک سرحدی پٹھان کہیں سے اترا قریب ہی نورانی مسجد ہے وہاں اس نے فجر کی نماز ادا کی نماز سے فراغت کے بعد جاتے ہوئے نمازیوں کو روک کر اس نے پوچھا۔ یہاں مولانا احمد رضا خاں نامی کوئی بزرگ رہتے ہیں۔ انکا پتہ معلوم ہو تو بتا دیجئے۔ ایک شخص نے جواب دیا جس کی شہرت کمال کا ڈنکا دور دور عرب و عجم میں بج رہا ہے۔ کیا اپنے ہی شہر میں وہ گمنام رہے گا۔ یہاں سے دو تین میل کے فاصلے پر سوداگران نام کا ایک محلہ ہے وہیں اس کے علم و فضل کی راجدھانی ہے۔ سرحدی پٹھان اب اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اس نے سوال کیا۔ کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آپ کہاں سے تشریف لا رہے ہیں۔ جواب دیا سرحد کے قبائلی علاقے سے میرا تعلق ہے۔ وہیں پہاڑ کے دامن میں ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جہاں میرا آبائی مکان ہے۔ آپ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تلاش میں کیوں آئے ہیں؟ اس سوال پر اس کے جذبات کے ہیجان کا عالم قابل دید تھا فوراً ہی آبدیدہ ہو گیا کسی گھائل شخص کے زخموں کی ٹیس اس کی آواز کے لہجے سے ٹپک رہی تھی۔ یہ سوال نہ چھیڑیئے تو بہتر ہے کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اس پر اسرار جواب سے پوچھنے والوں کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ جب لوگ بہت زیادہ مصر ہو گئے تو اس نے بتایا۔ میں نے گذشتہ شب جمعہ کو نیم بیداری

کی حالت میں ایک خواب دیکھا ہے اس کی لذت میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ اولیائے مقربین اور آئمہ سادات کی وہ نورانی محفل جہاں بریلی کے احمد رضا خاں رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نامی ایک بزرگ کے سر پر امامت کی دستار لپیٹی گئی۔ اور انہیں قطب الارشاد کے منصب پر سرفراز کیا گیا ہے میری نگاہوں میں اب تک جھلک رہی ہے۔

اس دن سے میں اس مرد مومن کی زیارت کیلئے پاگل ہو گیا ہوں۔ اس کے قدموں کی ارجمندی پر اپنی عقیدتوں کا خراج لٹانے کیلئے میں بے چین ہوں۔ میں اس کی مقدس زندگی کی صرف ان اداؤں کو دیکھنا چاہتا ہوں جن کی بدولت حضور غوث الوریٰ کی بارگاہ سے لے کر سرکارِ رسالت ﷺ کے حریم اقدس تک ہر جگہ اسے تقرب خاص کا اعزاز حاصل ہے۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا سنت خداوندی کے مطابق قطب الارشاد کی مسند اسی کو عطا کی جاتی ہے۔ جو اعتقاد و عمل کی سلامتی دین کی صحیح فکر و نظر اور اہل اسلام کی خیر خواہی میں روئے زمین پر منفرد شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔

اس منصب عظیم پر فائز ہونے والے کھلی آنکھوں سے سرکار رسالت ﷺ کی روحانیت کبریٰ کا نظارہ کرتے ہیں۔ قطب الارشاد کے قرب میں پہنچ کر دل کے لطائف جاگ اٹھتے ہیں اور ان کی آنکھوں کے میخانے سے عشق رسالت ﷺ کی سرمستیوں کی شراب طہور ہر وقت ٹپکتی رہتی ہے۔ سرحدی پٹھان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا آپ حضرات قابل رشک ہیں کہ اپنے وقت کے قطب الارشاد کے چشمہ فیضان کے کنارے شب و روز کی زندگی بسر کر رہے

ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ بے تابی شوق میں اٹھا اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے محلّہ سوداگراں کی طرف چل پڑا۔

آپ اس واقعے سے کیا سمجھے؟ کیا اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ صرف مولوی ہیں۔ دراصل اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شایان شان صوفیانہ زندگی کی عکاسی ابھی تک نہیں کی گئی جو کچھ آپکی سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑوں کی باتیں ہیں ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مادر زاد ولی تھے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان گنے چنے علماء و فضلاء میں تھے۔ جن پر پروردگار عالم نے اپنے حبیب لبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے میں اپنی عنایات و مہربانی، عزت و منفعت تمام کی تھی۔ جیتے جی آپ کی بڑی عزت ہوئی اور بعد پردہ فرمانے کے بھی آپ کا روضہ پرانوار مرجع خلائق و بخشش حدائق بنا ہوا ہے۔ مزار اقدس پر بھی وہ رعب علمی و جلال خسروی ہے کہ زائرین کا کلیجہ کانپنے لگتا ہے۔ مگر افسوس ہے سوانح نگاروں پر جنہوں نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول ﷺ و سوز جگر، حزن و ملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی، احتیاط ظاہری کا کہیں پر ذکر تک نہیں کیا۔

لیجئے ایک واقعہ اور سنئے یہ عجیب و غریب واقعہ جناب عبدالماجد ولد عبدالمالک پیلی بھیتی کے ساتھ پیش آیا جو لیاقت آباد کراچی میں مقیم ہیں۔ اور اس واقعے کو علامہ ارشد القادری نے الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ علامہ لکھتے ہیں کہ عبدالماجد صاحب کہتے ہیں کہ ان دنوں میری عمر کوئی 13 سال کی تھی۔ میری

سوتیلی والدہ محترمہ کا ذہنی توازن خراب ہو گیا تھا۔ جنون کا یہ عالم تھا کہ ان کو لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر جکڑ کر رکھا جاتا تھا ہر وقت گالیاں بکتی رہتی تھیں بہت علاج کرایا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ کسی عزیز نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعارف کراتے ہوئے مشورہ دیا کہ بریلی شریف میں حضرت کی خدمت میں لے جاؤ انشاء اللہ آپ کا دامن ضرور گوہر مقصود سے بھر جائیگا۔

لہٰذا میں اور والد صاحب والدہ صاحبہ کو زنجیروں میں جکڑ کر پیلی بھیت سے بریلی شریف لے گئے اور حضور پر نور اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں پیش ہو کر عرض کیا۔ آپ نے ہمیں ایک علیحدہ کمرے میں جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ہم والدہ صاحبہ کو لے کر دوسرے کمرے میں چلے گئے چند لمحوں بعد اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ قبلہ تنہا تشریف لے آئے۔ آپ کے شانوں پر ایک بڑا رومال تھا۔ والدہ صاحبہ مسلسل گالیاں بکتی جارہی تھیں۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھتے ہی گرج کر کہا تم کون ہو؟ یہاں کیوں آئے ہو؟ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا محترمہ آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں والدہ صاحبہ نے بدستور کرخت لہجے میں کہا۔ بڑا آیا خدمت کرنے والا جو چاہتی ہوں وہ کرے گا۔ آپ نے انتہائی نرمی کے ساتھ فرمایا۔ آپ کی کیا حاجت ہے؟ انشاء اللہ ضرور پوری کرونگا۔ اس پر والدہ صاحبہ نے کہا مولا علی مشکل کشا کی زیارت کرا سکتے ہو؟ ارشاد ہوا آپ کا مطالبہ پورا کیا جاتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنا رومال شانوں سے اتار اپنے چہرہ اقدس کے سامنے پردے کی صورت میں ڈال دیا۔ والدہ صاحبہ جو ایک لمحے کیلئے بھی اپنی بک بک بند نہیں کرتی

تھیں۔ ایک دم خاموش ہو گئیں۔ اور ٹکٹکی باندھے پردے کی طرف دیکھنے لگیں۔ اب آپ نے اپنا رومال ہٹالیا۔ اب ساری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کی جگہ کوئی اور بزرگ جلوہ فرما تھے۔ والدہ بدستور گھور گھور کر دیکھ رہی تھیں۔ والد صاحب انتہائی متحیر تھے۔ اور بار بار آنکھیں مل مل کر دیکھ رہے تھے۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی زیارت کی تھی۔ اور کتابوں میں حلیہ مبارک پڑھا تھا۔ خدا عزوجل کی قسم ہو بہو وہی رومال اسی طرح اپنے آگے ڈال کر ہٹایا تو پھر اس جگہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نظر آئے۔ فرمایا! حضرت علی کی زیارت کرلی۔ ہم سب حیرت کے سمندر میں غرق تھے کیا جواب دیتے۔ پھر چند لمحوں کے بعد آپ نے والد صاحب کو دو خوراک دوا شیشی میں دی۔ اور فرمایا ایک خوراک مریضہ کو دینا اور اگر ضرورت محسوس نہ ہو تو دوسری خوراک ہرگز نہ دینا۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے فضل و کرم سے دوسری خوراک کے استعمال کرنے کی نوبت کبھی نہ آئی۔ اور والدہ محترمہ بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ اور جب تک زندہ رہیں کوئی دماغی خرابی نہ ہوئی۔

اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز مولانا جمیل الرحمٰن قادری رضوی کے صاحبزادے مولانا حمید الرحمٰن قادری رضوی فرماتے ہیں کہ "میں اُن دنوں چھوٹا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ جمعرات کا دن تھا۔ کوئی صاحب ملنے آئے اور وہ وقت عام ملاقات کا نہیں تھا۔ لیکن وہ ملنے پر مصر تھے۔ چنانچہ میں اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے خاص کمرے میں

پیغام دینے کے لئے چلا گیا۔ مگر کمرے میں تو کجا پورے مکان میں اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نہیں نظر آئے۔ ہم حیران تھے کہ آخر کہاں گئے۔ اسی شش و پنج میں سب کھڑے تھے۔ کہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ اچانک اپنے کمرہ خاص سے برآمد ہوئے۔ ہم حیران رہ گئے۔ اور پوچھنے لگے کہ جب ہم نے تلاش کیا تو آپ کہیں نظر نہ آئے مگر پھر آپ اپنے ہی کمرے سے باہر تشریف لائے۔ اس میں کیا راز ہے؟ لوگوں کے پیہم اصرار پر ارشاد فرمایا "الحمد للہ میں جمعرات کو اس وقت اپنے اسی کمرے سے بریلی سے مدینہ منورہ حاضری دیتا ہوں"۔

اس بات کی گواہی قطب مدینہ حضرت ضیاء الدین احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی عطا فرمائی۔ فرماتے ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ بقید حیات تھے۔ میں ایک بار سرکار ﷺ کے روضے پر حاضر ہوا۔ صلوٰۃ و سلام عرض کرے کے بعد "بابُ السلام" پر پہنچا۔ وہاں سے اچانک میری نظر سنہری جالیوں کی طرف چلی گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ مواجھہ شریف کے سامنے دست بستہ حاضر ہیں مجھے بڑا تعجب ہوا کہ سرکار اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ مدینہ طیبہ حاضر ہوئے ہیں۔ اور مجھے معلوم تک نہیں۔ چنانچہ میں وہاں سے مواجھہ شریف پر حاضر ہوا تو اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ مجھے نظر نہیں آئے۔ میں وہاں سے پھر "باب السلام" کی طرف آیا اور جب سنہری جالیوں کی طرف دیکھا تو اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ غائب تھے۔ تیسری بار بھی اسی طرح ہوا میں سمجھ گیا کہ یہ محبوب و محب کا معاملہ ہے مجھے اس میں مخل نہیں ہونا چاہیئے۔

اور اولیائے کاملین کیلئے یہ کوئی بڑی بات نہیں میر محمد المعروف میاں قاضی محمد علی تاجی یعنی ہمارے تاجی بابا صاحب اذکار تاج الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ جب انسان کے تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے فرمان کے تابع ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے ہر عضو سے کرامات کا صدور ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں ایک بات اور سمجھ لیں جس قسم کا معجزہ نبی سے ظہور پذیر ہوتا ہے ویسی ہی کرامت ولی کامل سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔ یہ معرفت نبی کی رحمت ورافت کا معجزہ ہوتا ہے۔ یہ اس کی صداقت اور مذہب کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ لکھتے ہیں قارئین کے علم میں اولیاء اللہ کی کرامات میں زمین کا لپٹ جانا (جیسے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بریلی شریف سے مدینہ منورہ حاضری دیا کرتے تھے) پانی پر چلنا ہوا میں اڑنا وغیرہ یقیناً ہوگا۔ ان کرامات کی مختصراً تشریح بھی کرتا چلوں اولیاء اللہ کی بیشتر کرامات سے ثابت ہے کہ آپ لمحوں میں زمین کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں پہنچ گئے ولی اللہ اپنے مجاہدات اور مختلف عبادات کے ذریعے اپنے جسم کی زمین کو لپیٹ لیتے ہیں۔ کئی کئی دنوں اور کئی کئی راتوں طوی یعنی بھوک کو روکتے ہیں تو انہیں طے (یعنی زمین کا لپٹ کر مختصر ہونا) پر تسلط حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی جب کسی کو کھانا کھلاتا ہے یا کپڑے پہناتا ہے کسی جاہل کو علم اور کسی طالب کو راہ راست دکھاتا ہے اور یہ سب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے کرتا ہے تو اسے پانی پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ یہ دونوں صفات حسی اور علمی زندگی کا راز ہیں۔ اسی طرح ہوا میں اڑنا۔ ہوا میں وہی اڑتا ہے۔ جس نے اپنی ہوا (یعنی خواہش) کو چھوڑ دیا ہو۔ ایسی صورت میں وہ مرید سے مراد ہو جاتا ہے۔

ایک مرنے والے شخص سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کو یہ مقام کیسے میسر آیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اللہ عزوجل کی رضا کے لئے اپنی ہوا (خواہش) کو چھوڑ دیا۔ تو اس نے اپنی ہوا میرے لئے مسخر فرما دی۔ اور یہ سارے معاملات سچی محبت سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور سچی محبت کی تین علامتیں ہیں۔

۱۔ دوسروں کے بجائے محبوب کی زبان اختیار کرے۔
۲۔ دوسروں کی ہم نشینی کے بجائے محبوب کی ہم نشینی اختیار کرے۔
۳۔ دوسروں کی رضامندی کے بجائے محبوب کی رضامندی حاصل کرے۔

اب اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے معاملات دیکھئے۔ کسی نے کہا "حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے۔ جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا زروق کہہ کر آواز دے میں فوراً اس کی مدد کرونگا۔ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نے سن کر ارشاد فرمایا۔ مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی۔ جب کبھی میں نے مدد مانگی یا غوث ہی کہا۔ "یک در گیر محکم گیر" (ایک دروازہ پکڑو اور پکا پکڑو) میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطے میں قوالی ہو رہی تھی۔ ساز بج رہے تھے۔ میری طبیعت بہت گھبرائی۔ میں نے عرض کیا حضور خواجہ صاحب میں آپکے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ اس شور شرابے سے مجھے نجات ملے جیسے ہی پہلا قدم روضہ مبارک میں رکھا کہ معلوم ہوا کہ سب ایک دم

چپ ہو گئے۔ میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا پھر وہی شور غل تھا۔ پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کا تصرف ہے آپکی کرامت ہے۔ یہ کھلی کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی۔ حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے نام مبارک کے بجائے زبان سے یا غوثاہ زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔ پھر ارشاد فرمایا ارادت شرط اہم ہے بیعت میں بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا۔

ایک صاحب حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ کے غلاموں میں سے تھے۔ انہوں نے واقعہ میں یعنی سوتے جاگتے میں دیکھا کہ ایک ٹیلے پر یاقوت کی کرسی بچھی ہے اس پر حضرت سیدنا جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ تشریف فرما ہیں۔ اور نیچے ایک مخلوق جمع ہے ہر ایک اپنی درخواست دیتا ہے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ اس کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں۔ یہ چپکے کھڑے رہے۔ جب حضرت جنید رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے بہت دیر تک انہیں دیکھا۔ اور انہوں نے کچھ نہ کہا تو خود فرمایا لاؤ کہ میں تمہاری عرضی پیش کروں انہوں نے عرض کیا کیا میرے شیخ کو معزول کر دیا گیا؟ خدا کی قسم ان کو معزول نہیں کیا گیا اور نہ کبھی ان کو معزول کرینگے۔ انہوں نے عرض کی تو بس مجھ کو میرا شیخ ہی کافی ہے۔ آنکھ کھلی سرکار غوث الاعظم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ سوچا کہ واقعہ عرض کریں اس سے پہلے کہ کچھ کہیں حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا لاؤ کہ میں تمہاری عرض پیش کر دوں اعلٰی حضرت

نے فرمایایہ ارادت ہے۔ فرمایا جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لئے بہتر ہے۔ نفع نہ پائے گا۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جتنے بھی عقیدت مند پیدا ہوئے سب مدارس کے فارغ علمائے دین تھے۔ ان میں کوئی عقیدت مند مجذوب کوئی عاشق سرگرداں و پریشان نہیں تھا۔ اس لئے اگر کسی خانقاہ والے کے سامنے اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر کریں تو وہ کہتا ہے کہ ہاں بھی وہ تو عالم تھے عالم مولانا احمد رضا خان صاحبؒ بس بات ختم۔ انہوں نے وہابیوں کے خلاف خوب کتابیں لکھی ہیں۔ خوب کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ اللہ اکبر اصل میں اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا تعارف اس انداز میں کرایا گیا ہے۔ آج بھی رضویت کے نام نہاد ٹھیکیداروں نے نادانستگی میں یہ مہم چلائی ہوئی ہے کہ مخالفین کو اغیار کو جلسوں میں نام لے لے کر بولے منہ سے گالیاں دیتے ہیں۔ اور خود کو اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا پیروکار سمجھتے اور ظاہر کرتے ہیں۔ ارے اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بلا تحقیق تو لوگوں پر کیچڑ نہیں اچھالی انہوں نے پہلے خط و کتابت کی افہام و تفہیم سے کام لیا جب وہ نہ مانے تو پھر علماء کے سامنے ان کے غلطیاں پیش کیں۔ تب کفر کے فتوئے دیئے گئے۔ اور تم؟ نہ تمہیں تصوف سے مطلب اور نہ طریقت سے دراصل مزاج میں جھگڑا تھا۔ اگر مولوی نہ بنتے بدمعاش بن جاتے۔ بس تم نے کہا اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا نام لے کر دل کی قسمت کی مزاج کی بھڑاس نکالو۔ گالیاں بکنا جدی پشتی کام ہے۔ یوں نہ سمی یوں ہی خدارا اپنی سوچ بدلو اور اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ عظیم البرکت نے ذاتی لڑائی کبھی نہ بدلی

واقعہ ہو تو بتادو۔ انہوں نے تو پہلے لوگوں کی غلطیوں کی نشاندہی کی پھر سمجھایا۔ معاذ کا طریقہ کار بتلایا۔ آخر میں شدت کا اظہار کیا۔ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ اور صوفی عالم تھے۔ اور تصوف کا راستہ تو تواضع، عاجزی اور فروتنی کا راستہ ہے۔ تعظیم طلب اور مجلس پسند لوگوں کا نہیں۔۔۔۔۔۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "میری امت میں ایک شخص ہے جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گناہگاروں کو بخش دیا جائے گا۔ (ربیعہ و مضر دو قبیلے ہیں۔ جن میں بکثرت بھیڑیں پالی جاتی ہیں) اور جب صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے اور کہاں مقیم ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کا ایک بندہ ہے۔ پھر صحابہ کرام کے اصرار پر فرمایا کہ وہ اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ان کی ملاقات ہوگی۔

خلافت راشدہ کے دور میں حضرت عمر و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین جب حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ نماز میں مشغول ہیں اور ملائکہ ان کے اونٹ چرارہے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ نماز میں مشغول تھے اور بھیڑیا انکے بھیڑ بکریوں کے گلے کی نگہبانی کر رہے تھے۔ فراغت نماز کے بعد جب حضرت عمر اور حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ماجرا پوچھا کہ آپکے اونٹ ملائکہ چرارہے یا گلے کی رکھوالی بھیڑیے کررہے ہیں۔ یہ کیا معاملہ ہے۔ تو آپ نے فرمایا کی جب میں اللہ عزوجل کا کام کرتا ہوں تو وہ میرے کام کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ "من لہ المولیٰ فلہ الکل" جو خدا عزوجل کا ہوگیا خدا عزوجل اسکا ہوگیا۔ اس قول کی جھلک اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ عظیم البرکت کی حیات مبارکہ میں بار بار دکھائی دیتی

اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ ایک مرتبہ پیلی بھیت سے بریلی بذریعہ ریل گاڑی جارہے تھے۔ راستے میں نواب گنج کے اسٹیشن پر ایک دو منٹ کیلیے ریل گاڑی رُکی۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز کیلئے پلیٹ فارم پر اترے۔ ساتھی پریشان تھے کہ ریل گاڑی چلی جائے گی تو کیا ہو گا؟ لیکن آپ نے اطمینان سے اذان دلوا کر جماعت سے نماز شروع کر دی۔ اُدھر ڈرائیور انجن چلاتا ہے۔ لیکن ریل نہیں چلتی۔ انجن اُچھلتا اور پھر پٹڑی پہ گرتا ہے۔ ٹی ٹی، اسٹیشن ماسٹر وغیرہ عملے کے سب لوگ جمع ہو گئے۔ ڈرائیور نے بتایا کہ انجن میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ اچانک ایک پنڈت جی چیخ اُٹھے کہ وہ دیکھو کوئی درویش نماز پڑھ رہا ہے۔ شاید ریل گاڑی اسی وجہ سے نہیں چلتی پھر کیا تھا۔ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے گرد لوگوں کا ھجوم ہو گیا آپ اطمینان سے نماز سے فارغ ہو کر جیسے ہی ساتھیوں کے ساتھ ریل گاڑی میں سوار ہوئے تو ریل گاڑی چل پڑی۔

بخاری شریف جلد سوم باب 844 تواضع حدیث نمبر 1422 صفحہ 512

حضرت ابو ہریرہ رضہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں۔ جس کے ساتھ وہ سنتا ہے۔ اور اسکی بصارت بن جاتا ہوں جس ساتھ وہ دیکھتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جسکے ساتھ وہ پکڑتا ہے۔ اور اسکے پیر بن جاتا ہوں جسکے ساتھ وہ چلتا ہے۔ اگر وہ

مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اسے عطا فرماتا ہوں الخ۔۔۔۔۔ یعنی جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ مولانا روم اس بات کو یوں فرماتے ہیں کہ:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یعنی زبان بندے کی ہوتی ہے اور بولنا خدا کا ہوتا ہے۔

ایک بڑی بی جو اعلیٰ حضرت کی مرید بھی تھیں ان کے شوہر ڈاکخانے میں ملازم تھے۔ وہ غلط منی آرڈر ہو جانے کے جرم میں بند ہو گئے الہ باد کورٹ میں اپیل دائر کی فیصلے کی تاریخ سے چند روز قبل بڑی بی پردے میں لپٹی ہوئی۔ اعلحضرت کی خدمت میں فریاد لے کر حاضر ہوئیں۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کثرت کے ساتھ حسبنا اللہ و نعم الوکیل پڑھے وہ چلی گئیں۔ درمیان میں کئی بار حاضر ہوئیں۔ آپ وہی فرمایا کرتے یہاں تک کہ فیصلے کی تاریخ آگئی۔ حاضر ہو کر عرض کی حضور! آج فیصلہ ہونا ہے فرمایا وہی پڑھیے۔ بڑی بی وہی پرانا جواب سنکر کچھ خفا سی ہو گئیں اور یہ بڑبڑاتے ہوئے چل دیں کہ جب اپنا پیر ہی نہیں سنتا تو دوسرا کون سنے گا۔ جب اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کیفیت دیکھی تو فوراً آواز دے کر بڑی بی کو بلایا اور فرمایا! پان کھا لیجئے بڑی بی نے عرض کی میرے منہ میں پان موجود ہے۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اصرار کیا لیکن وہ راضی نہ ہوئیں۔ بلکہ محسوس ہوا کہ وہ کچھ ناراض سی ہیں پھر آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دست مبارک سے پان بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ چھوٹ تو گئے

اب پان کھالیجئے۔ اب بڑی بی نے خوش ہو کر پان کھالیا۔ اور گھر کی طرف چل دیں۔ جب گھر کے قریب پہنچیں تو بچے دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے۔ آپ کہاں تھیں تار والا ڈھونڈتا پھر رہا ہے۔ خوشی میں گھر گئیں تار لیا اور پڑھوایا تو معلوم ہوا شوہر بری ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یمحو اللہ مایشاء ویثبت و عندہ ام الکتاب سورۂ رعد آیت نمبر 39 ترجمہ (اور جو چاہے مٹاتا اور ثابت کرتا ہے اور اصل لکھا ہوا اسی کے پاس ہے) کنز الایمان۔ یعنی اگر لکھا ہو تو مٹا دیتا ہے اور نہ لکھا ہو تو لکھ دیتا ہے یعنی ثبت کر دیتا ہے اور ام الکتاب (تقدیر لوح و قلم) اسی کے پاس ہے۔ اب یہ مٹانا تو تب ہوا نا جب پہلے سے لکھا ہو اور ثبت کرنے کا مطلب لکھنے کا مطلب یہ کہ نہیں لکھا تھا اب لکھ دے گا۔ تو کوئی ہے جو اس (اللہ) کے مٹانے اور لکھنے پر اعتراض کرے کہ پہلے لکھا کیوں تھا جو اب مٹاتا ہے یا پہلے لکھا کیوں نہیں تھا جو اب لکھ رہا ہے۔ وہ ساری کائنات کا مالک ہے تقدیر اس کے ہاتھ میں ہے معلوم ہوا کہ نہ لکھا اپنے لئے تھا کہ نہ مٹاتا اور نہ پہلے نہ لکھنا اپنے لئے تھا کہ اب لکھ رہا ہے یہ تو بندوں کیلئے ہے۔ مخلوق کیلئے ہے اے بندوں میں نے تو تقدیر لکھدی اب جو تم میں میرا محبوب ہو گا۔ وہ اگر ہاتھ اٹھائے، نگاہ بلند کرے، زبان ہلائے مجھے میری عزت و جلال کی قسم ہے۔ اگر میں نے لکھا تھا تو تمہارے کہنے سے تمہاری محبت کی وجہ سے میں مٹا دونگا۔ اگر نہیں لکھا تو لکھ دونگا کتاب تو میرے پاس ہے۔ مالک تو میں ہوں۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت فرماتا ہے لا یرد القضاء الا الدعا کہ تقدیر کو کوئی نہیں بدل سکتا لیکن دعا بدل دیتی ہے۔ جب عام آدمی سے تخاطب اس طرح ہے کہ تم دعا کر کے اپنی تقدیر

بدلوا سکتے ہو۔ تو پھر اللہ عزوجل کے نیک اور محبوت بندوں کا کیا حال ہو گا۔ اللہ عزوجل کے خاص بندوں کو عام بندوں پر کبھی قیاس نہیں کرنا چاہیئے۔ بظاہر بندے تو سب ہیں۔ لیکن پھر بھی بندے بندے میں فرق ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں

عبد دیگر عبدہ چیز دگر

ایں سراپا منتظر او منتظر

یعنی بندے بندے میں فرق وہ جنہیں بندگی کا شعور حاصل ہو جائے۔ وہ جن سے مالک راضی ہو جائے وہ بندے کچھ اور ہیں اور وہ بھی بندے ہیں جو بندگی کے آداب سے ابھی ناآشنا ہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ ایک بندہ وہ ہے جو اللہ عزوجل کی جانب نظر کئے اُس کی رحمت کا منتظر ہے یعنی انتظار کرتا ہے۔ اور ایک بندہ وہ ہے کہ رب جسکا منتظر ہے یعنی اللہ اسکی جانب نگاہ قدرت سے دیکھتا رہتا ہے کہ اے میرے بندے تو ہاتھ تو اُٹھا زبان تو ہلا میں تقدیر بل دونگا۔ میں نے تجھے کائنات میں تصرف عطا کر دیا تو میرا محبوب ہو گیا۔ اور محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا۔ جب تیرا دیکھنا میرا دیکھنا ہے۔ جب تیرا بولنا میرا بولنا ہے۔ تیرا پکڑنا میرا پکڑنا ہے۔ تیرا چلنا میرا چلنا ہے۔ تو تو اور میں الگ الگ کہاں۔ اب تو بندہ تو ہے مگر محبوب بندہ ہے۔ تیرے لئے نظام قدرت بدل دونگا سورج ایک مقرر کردہ راستے پر چلتا ہے۔ صبح مشرق سے نمودار ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ مگر بندے تو میرا تو بن مجھے میرے عرش و کرسی کی قسم ہے۔ میں سورج کے راستے کو تبدیل کر دونگا۔ سورۃ کہف میں ارشاد ہوتا ہے "وہ غار والے، غار میں آرام کر رہے ہیں۔ سورج جب طلوع ہوتا ہے۔ تو ہم نے اُس کو حکم دیا کہ ذرا سا بائیں ہو کر نکلے کہ انہیں دھوپ کی تپش نہ لگے۔ جب ڈوبتا ہے کہ ہم نے اُس کو حکم دیا کہ ذرا سا دائیں ہو کر غروب ہو کہ انہیں تپش محسوس نہ ہو۔ یونہی صباء کے مقام پر

علی رضی اللہ عنہ نے محبوب کی محبت میں نماز میں دیر کی تو ہم ڈوبے ہوئے سورج کو دوبارہ نکال دیا۔ اور پھر علی رضی اللہ عنہ کی مرضی پر چھوڑ دیا کہا ب جب تک تم نماز عصر ادا نہ کرو گے۔ سورج غروب نہ ہوگا۔ تو یہ ساری کائنات میری بنائی ہوئی ہے۔ میں اس کا مالک ہوں۔ اب میں جس سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اس کائنات کے اسرار ورموز اس کائنات کی باگیں اسے عطا کر دیتا ہوں۔ موت زندگی میرے ہاتھ میں ہے۔ لیکن اگر عیسیٰ علیہ السلام پر پیار آجائے تو موت زندگی پر اسے تصرف دے دیتا ہوں۔ کہ وہ میرا محبوب بندہ ہے۔ اس کے توسط سے لوگ مجھے پہچانیں۔

" ارے وہ تو نبی ہے۔ بندوں پر پیار آئے تو انہیں موت اور زندگی پر اختیار دے دیتا ہوں۔ میرا ایک محبوب بندہ جو میرے حبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے۔ عبد القادر وہ مرغی کھانے کے بعد ہڈیاں جمع کر کے کہے کہ زندہ ہو جا تو ان ہڈیوں میں جان ڈال دیتا ہوں۔ اور مرغی کو زندہ کر دیتا ہوں۔ اسکے وعظ کے دوران اگر آسمان پر چیل آجائے اور بے ساختہ عبد القادر کی زبان سے اسکی موت کے کلمات نکل جائیں تو اسے موت دے دیتا ہوں پھر اور وہ کہے کہ زندہ ہو جا تو اس چیل کو زندگی عطا فرما دیتا ہوں۔ اور اگر بریلی میں کسی پر پیار آجائے تو اس کو بھی کائنات پر تصرف دے دیتا ہوں۔

مولانا غلام حسین صاحب ایک صاحب کمال بزرگ تھے۔ ہیت اور نجوم کے ماہر۔ اکثر اعلیحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں تشریف لاتے اور بڑی دل چسپ گفتگو انہی فنون پر ہوتی۔ اور اپنے اپنے تجربات کی جانچ دونوں

حضرات فرمایا کرتے ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا! فرمایئے! بارش کا کیا اندازہ ہے کب تک ہوگی؟ مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا۔ اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں۔ آئندہ ماہ میں بارش ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف بڑھا دیا اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو جائے۔ مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھتے۔ اعلیٰحضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ سب دیکھ رہا ہوں۔ اور ساتھ ساتھ ان ستاروں کے بنانے والے اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں سامنے کلاک لگا تھا۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا وقت کیا ہے؟ بولے سوا گیارہ بجے ہیں۔ فرمایا بارہ بجنے میں کتنی دیر ہے جواب ملا پون گھنٹہ حضرت نے فرمایا اس سے قبل نہیں؟ کہا نہیں ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اٹھے اور بڑی سوئی گھما دی۔ فوراً ٹن ٹن بارہ بجنے لگے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ مولانا آپ نے کہا تھا ٹھیک پون گھنٹے بعد بارہ بجیں گے۔ یہ اب کیسے بارہ بج گئے۔ مولانا نے کہا آپ نے کلاک کی سوئی گھما دی ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹے بعد ہی بارہ بجتے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اسی طرح رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچادے وہ چاہے تو ایک مہینہ ایک ہفتہ ایک دن کیا ابھی اسی وقت بارش ہو جائے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے اتنا نکلنا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا چھا گئی اور پانی برسنے لگا۔

یہ سب یقین کے کمالات ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ

علیہ کا ایمان کس قدر پختہ اور حضور علیہ کے ارشادات پر کس درجہ یقین تھا۔ اعلیٰ حضرت سے ہی سنئے فرماتے ہیں۔ بریلی میں مرض طاعون بشدت تھا۔ ایک دن میرے مسوڑھوں میں ورم ہوا۔ اور اتنا بڑھا کہ حلق اور منہ بالکل بند ہو گیا۔ بخار بہت شدید اور کان کے پیچھے گلٹیاں طبیب نے بغور دیکھا اور سات آٹھ مرتبہ کہا یہ وہی ہے۔ یہ وہی ہے یعنی طاعون کا مرض۔ میں بات بالکل نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ نہ مجھے طاعون ہے اور نہ انشاء اللہ العزیز کبھی ہو گا۔ اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر وہ دعا پڑھ لی ہے جسے حضور سید عالم علیہ نے فرمایا جو شخص کسی بلا میں مبتلا کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ لے گا۔ اس بلا سے محفوظ رہے گا۔ وہ دعا یہ ہے۔ الحمد اللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اسے پڑھا۔ الحمد اللہ آج تک ان سب سے محفوظ ہوں اور انشاء اللہ ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ مجھے حدیث شریف پر اطمینان تھا کہ مجھے کبھی طاعون نہ ہو گا۔ آخر شب میں کرب بڑھا تو دل نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا اے اللہ تیرا حبیب علیہ سچا ہے اور طبیب (جس نے کہا کہ مجھے طاعون ہوا ہے) جھوٹا ہے۔ کسی نے میرے داہنے کان پر منہ رکھ کر کہا مسواک اور سیاہ مرچیں۔ میں نے گھر والوں کو مسواک اور سیاہ مرچوں کا اشارہ کیا جب دونوں چیزیں آئیں اسوقت میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر سیاہ مرچ کا سفوف چھوڑ دیا۔ پسی ہوئی مرچیں اس راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں تھوڑی ہی دیر ہوئی کہ ایک کلی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف اور اذیت محسوس نہ ہوئی اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی اور الحمد

اللہ وہ گلٹیاں جاتی رہیں منہ کھل گیا میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ طاعون اللہ تعالیٰ کے فضل سے دفع ہو گیا دو تین روز میں بخار بھی ٹھیک ہو گیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ حج بیت اللہ سے واپسی پر پیش آیا واپسی میں تین روز تک مسلسل سمندر میں طوفان رہا اور ایسا شدید کہ بقول اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لوگوں نے کفن پہن لئے تھے۔ حضرت والدہ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر ان کی تسکین کیلئے بے ساختہ میری زبان سے نکلا آپ اطمینان رکھیں خدا کی قسم یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔ یہ قسم میں نے حدیث رسول ہی کے اطمینان پر کھائی تھی یہ وہ حدیث ہے جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی۔ میں نے وہ پڑھ لی تھی۔ اور حدیث کے وعدے، صادقہ پر مطمئن تھا۔ الحمد اللہ وہ مخالف ہوا جو تین دن سے چل رہی تھی۔ دو گھڑی میں بالکل موقوف ہو گئی اور ہم ساتھ خیریت سے گھر پہنچ گئے۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جامع کمالات بزرگ تھے جس فن اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اپنی انفرادیت کا سکہ ثبت فرمایا ان کی اصل دولت حب رسول ﷺ تھی اس پاک جذبے سے ان کی روح سرشار رہی جب انہیں حضور ﷺ کی یاد تڑپاتی اور درد عشق حبیب ﷺ آپ کو بے تاب کرتا تو از خود نعتیہ اشعار زبان پر جاری ہوتے اور پھر یہی اشعار آپ کے سوز عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ جب سرکار ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعر و سخن میرا مذاق نہیں۔۔۔۔۔۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی شاعری کو مختلف نقادوں اور اساتذہ نے مختلف انداز میں خراج تحسین پیش کیا مگر ہماری نظر تو اس جملے پر ہے کہ جسے پیا چاہے وہی سہاگن جس کیلئے اشعار کہے اگر وہ راضی ہو جائے تو پھر بات بن گئی۔ اعلیٰ حضرت جب دوسری مرتبہ زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے۔ اور مدینہ شریف میں حاضری ہوئی تو شوق دیدار میں روضہ شریف کے مواجھہ میں درود پڑھتے رہے۔ اور یقین کیا کہ ضرور سرکار ابد قرار ﷺ عزت افزائی فرمائیں گے۔ اور عالم بیداری میں زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ لیکن پہلی شب ایسا نہ ہوا آپ نے دکھی ہو کر ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اور پھر نعت کے مقطع میں عجیب انداز سے اپنی محرومی اور نارسائی کا اشارہ کیا کہا۔۔۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ نعت جالیوں کے سامنے عرض کر کے انتظار میں مودب بیٹھے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور عالم بیداری میں حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور یہ انعام اولیائے امت پر پہلے بھی نازل ہوتا رہا ہے۔ بیشک یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اپنے چاہنے والوں کیلئے ایک بہترین تحفہ اور نعمت ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں۔ اور اگر اس سے زیادہ بھی احادیث مجھے ملتیں تو میں ان کو بھی یاد کر لیتا جب آپکی عمر چالیس سال کی ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتاء و قضاء وغیرہ کی مصروفیات کو ترک کر دیا۔ اور گوشہ نشین ہو کر ہمہ تن تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہو گئے آپ کی یہ دینی خدمت جس میں آپکے شب و روز گذر رہے تھے۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں حسن قبول سے شرفیاب ہوئی۔ اور سرور کائنات ﷺ نے عالم رویا میں آپ کو یا شیخ السنۃ سے مخاطب فرمایا۔ شیخ شاذلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ آپ حضور ﷺ کی زیارت سے کتنی بار مشرف ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ستر بار سے زیادہ۔۔۔۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کھلی آنکھوں سے ستائیس مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت کی ہے۔ یاد رہے کہ آپ کا سن پیدائش 849 ھجری ہے۔

السید احمد کبیر الرفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا سن ولادت 512 ھجری ہے آپ 555 ھجری میں حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو سواری سے اتر گئے نعلین اتار دیئے اور پیدل ننگے پیر روضہ شریف پر حاضری دی جب آپ مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو بلند آواز سے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا السلام علیکم یا جدی آواز میں بہت ہی انکساری تھی بے حد ادب و احترام تھا۔ یہ آواز اس محفل مبارکہ کے حاضرین نے سنی۔ سب پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا۔ حرم نبوی میں کون داخل ہوا۔ فوراً ہی مزار مبارک سے جواب آیا۔ و علیکم السلام یا ولدی جواب سلام سب حاضرین اور زائرین حرم نے سنا جن کی تعداد نوے ہزار سے بھی زیادہ تھی دور والوں نے بھی اسی طرح سنا جس طرح مزار اطہر کے قریب والوں نے سنا۔ السید احمد کبیر رفاعی کی حالت

غیر ہو گئی۔ ذوق و شوق میں جدائی کیفیت حد سے زیادہ تجاوز کر گئی۔ عالم مدہوشی میں آپؒ نے فرمایا۔ "دست اطہر عطا کیجئے تا کہ چوم لوں ابھی یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ مزار رحمتہ اللعالمین ﷺ سے دست پر ضیاء نے ظہور کیا۔ صرف حرم نبوی میں ہی نور کی بارش نہیں ہوئی بلکہ سارا مدینہ اور اطراف مدینہ بقعہ نور بن گیا۔ خوشبو کی لہریں ہر جانب گشت کرنے لگیں۔ زائرین کی زبانوں پر درود شریف جاری ہو گیا۔ اللہ اکبر وہ عالم کیا ہو گا۔ حضور اکرم ﷺ کا دست کرم نے ساڑھے پانچسو سال کے بعد اس دنیا میں ظہور فرمایا ہو گا۔ السید احمد کبیر الرفاعی نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نہایت ادب و احترام سے دست مبارک نبوی کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور بہت ہی عجز و انکساری سے جھک کر بوسہ لیا۔ تمام زائرین بھی حضور ﷺ کے دست مبارک کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ ان حاضرین میں بڑے بڑے مراتب والے مشائخ کرام اور اولیاء عظام بھی موجود تھے۔ اور خاص طور پر حضور محبوب سبحانی، قطب ربانی غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اس موقع پر موجود تھے۔ تاریخ کے اوراق پر یہ واقعات ثبت ہیں۔

درحقیت نہ واقفیت کی بناء پر اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کو صرف ظاہری عالم بنا کر پیش کیا گیا جبکہ وہ ایک عظیم صوفی تھے۔ آپکی زندگی عشق رسول ﷺ سے عبارت تھی۔ اور صاحب علم ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ عالم صرف ظاہری علوم پر دسترس رکھتا ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ملفوظات حصہ سوم میں ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں : ایک بزرگ سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی نے ایک روز بر سر منبر فرمایا۔ میں اولیاء میں ایسا ہوں جیسے کونج (ایک پرندہ) سب میں اونچی (میری) گردن ہے۔ وہیں حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک مرید سیدی احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ انہیں ناگوار گذرا کہ سرکار غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنے آپ کو فضیلت دیتے ہیں۔ گدڑی پھینک کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا! میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدی عبدالرحمٰن نے ان کو سر سے پیر تک دیکھا پھر پیر سے سر تک دیکھا۔ غرض اس طرح کئی بار نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے حضرت سے سبب پوچھا فرمایا میں نے دیکھا کہ ان کا جسم کوئی رونگٹا رحمت الٰہی سے خالی نہیں ہے۔ اور ان سے فرمایا گدڑی پہن لو۔ انہوں نے کہا فقیر جس کپڑے کو اتار کر پھینک دیتا ہے۔ دوبارہ نہیں پہنتا۔ بارہ روز کے فاصلے پر ان کا گھر تھا۔ اپنی زوجہ محترمہ کو آواز دی فاطمہ میرے کپڑے دو انہوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پہن لئے۔ حضرت سیدی عبدالرحمٰن نے دریافت کیا کس کے مرید ہو۔ فرمایا میں غلام ہوں سرکار غوثیت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا۔ انہوں نے اپنے دو مریدوں کو بغداد بھیجا کہ حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جا کر عرض کرو۔ بارہ برس سے قرب الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں۔ آپ کو نہ جاتے دیکھا نہ آتے ادھر سے یہ دونوں مرید چلے ہیں کہ ادھر غوث الاعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دو مریدوں سے ارشاد فرمایا طفسونج جاؤ۔ راستہ میں شیخ عبدالرحمٰن کے دو آدمی ملیں گے۔ ان کو واپس لے جاؤ اور

شیخ عبد الرحمن کو جواب دو کہ وہ جو صحن میں ہے۔ دالان والے کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اور جو دالان میں ہے وہ کوٹھری والے کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اور جو کوٹھری میں ہے کمرۂ خاص والے کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ میں الحمد اللہ کمرۂ خاص میں ہوتا ہوں۔ اور علامت یہ ہے کہ فلاں رات کو بارہ ہزار اولیاء کرام کو خلعتیں عطا ہوئیں تھیں۔ یاد کرو کہ تم کو جو خلعت ملا تھا وہ سبز تھا۔ اور اس پر سونے سے قل ھو اللہ شریف لکھی تھی۔ یہ سن کر شیخ عبد الرحمن نے سر جھکا لیا۔ اور فرمایا صدق الشیخ عبد القادر وھو سلطان الوقت سچ ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ وقت کے سلطان ہیں۔ تو یونہی کم علمی اور ناواقفیت کی بنیاد پر کسی نے اس پہلو پر سوچا ہی نہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عظیم فقیہ، ایک بلند پائے کے محدث، زبردست عالم، بے مثل مفتی، مصنف کثیر التصانیف، بے نظیر محقق، عمدہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ فنافی العشق رسول ﷺ کامل شیخ اور صاحب نظر ولی بھی ہیں۔ اور نہ اس مختصر سی تحریر سے آپ کی ذات مبارکہ کے مستور گوشوں کی نقاب کشائی ہو سکتی ہے۔ اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا شدت سے احساس ہے ہاں اس مختصر سی تحریر کو موضوع کے حوالے سے پہلا پتھر ضرور کہا جا سکتا ہے۔ اور اگر کسی کو پہلا کہنے پر بھی اعتراض ہے تو جیسا آپ کہیں ویسے مان لیتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ شومئی قسمت سے اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم شخصیت پر اب تک خالص مولویوں کی اجارہ داری رہی ہے۔ اور جو وہ خود ہیں۔ وہی انہوں نے اعلیٰ حضرت کو بنا کر پیش کیا۔ اور تصوف، طریقت اور روحانیت سے دور کرتے اس مقام پر لے آئے کہ خانقاہی نظام سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص اعلیٰ حضرت کو عالم، فقیہ، مفتی تو مانتا ہے۔ بابا نہیں مانتا۔ ان کی علمی موشگافیوں،

حاصرانہ چشمک، مخالفین پر ان کی شدت کا اتنا شہرہ کردیا گیا کہ اصل حیثیت چھپ کر رہ گئی۔ اب اللہ سے دعا ہے کہ کوئی اللہ والا آگے بڑھے اور اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زندگی کے اس پہلو پر جامع تحقیق کر کے دنیا کے سامنے پیش کرے۔

علوم و فنون کا یہ ہمالہ شریعت و طریقت کا یہ آفتاب 25 صفر المظفر 1340 ھجری 1921 عیسوی 28 اکتوبر کو جمعہ کے روز عین جمعے کی نماز کے وقت غروب ہو گیا۔

وصال سے کچھ روز پہلے آپ نے لوگوں کو نصیحتیں فرمائی۔ فرمایا پیارے بھائیوں! لا ادری مابقائی فیکم مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنے دن تمہارے درمیان رہوں گا۔ تین ہی وقت ہوتے ہیں۔ بچپن، جوانی، اور بڑھاپا۔ بچپن گیا جوانی آئی جوانی گئی بڑھاپا آیا اب کونسا چوتھا وقت آنے والا ہے۔ جس کا انتظار کیا جائے ایک مدت ہی باقی ہے۔ اللہ قادر ہے کہ ایسی ہزار مجلسیں عطا فرمائے اور آپ سب لوگ ہوں۔ میں ہوں اور میں آپ لوگوں کو سناتا رہوں۔ مگر بظاہر اب اسکی امید نہیں اس وقت میں دو وصیتیں آپ لوگوں کو کرنا چاہتا ہوں۔ ایک تو اللہ اور رسول جل اللہ جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری خود میری تم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھیڑیں ہو بھیڑیے تمہارے چاروں طرف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں بہکائیں۔ تمہیں فتنے میں ڈال دیں تمہیں اپنے ساتھ جہنم میں لے جائیں۔ ان سے بچو اور دور بھاگو۔ دیوبندی ہوئے، رافضی ہوئے، نیچری ہوئے، قادیانی ہوئے، غرض کتنے ہی فرقے ہوئے یہ سب بھیڑیئے ہیں تمہارے ایمان کی تاک میں ہیں۔ ان کے حملوں سے ایمان کو بچاؤ۔

حضور اقدس ﷺ اللہ رب العزت کے نور ہیں حضور ﷺ سے صحابہ روشن ہوئے صحابہ سے تابعین روشن ہوئے ان سے تبع تابعین روشن ہوئے ان سے آئمہ مجتہدین روشن ہوئے اور ان سے ہم۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں یہ نور ہم سے لے لو ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ تم ہم سے روشن ہو جاؤ وہ نور یہ ہے کہ اللہ و رسول کی سچی محبت ان کی تعظیم اور ان کے دوستوں کی خدمت اور ان کی تکریم اور ان کے دشمنوں سے سچی عداوت جس سے اللہ و رسول عزوجل و ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ۔ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ فوراً اس سے جدا ہو جاؤ جس کو بارگاہ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو پھر وہ کیسا ہی تمہارا بزرگ ہو۔ اپنے اندر سے اسے دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو میں چودہ برس کی عمر سے یہی بتا رہا ہوں۔ اور اس وقت پھر یہی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ضرور اپنے دین کی حمایت کیلئے کسی بندے کو کھڑا کر دے گا۔ مگر نہیں معلوم میرے بعد جو آئے کیا ہو۔ اور تمہیں کیا بتائے اس لئے ان باتوں کو خوب سن لو حجۃ اللہ قائم ہو چکی ہے۔ اب میں قبر سے اٹھ کر تمہارے پاس نہیں آؤں گا۔ جس نے اسے سنا اور مانا قیامت کے دن اس کیلئے نور و نجات ہے اور جس نے نہ مانا اس کیلئے ظلمت و ہلاکت ہے۔ یہ تو خدا اور رسول کی وصیت ہے۔ جو یہاں موجود ہیں سنیں اور جو یہاں موجود نہیں تو حاضرین پر فرض ہے کہ غائبین کو اس سے آگاہ کریں اور دوسری میری وصیت یہ ہے کہ آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ میرے کام آپ لوگوں نے خود کئے مجھے نہ کرنے دئے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب لوگوں کو جزائے خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کا باعث نہ ہونگے۔ میں نے تمام اہلسنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف

کر دئے ہیں۔ آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھے جو کچھ آپ کے حقوق میں کمی بیشی ہوئی ہے معاف کر دیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ہیں ان سے میری معافی کرالیں۔ ان مبارک وصایا نے لوگوں پر اپنا گہرا اثر ڈالا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر روئے لوگوں کا اس روز کا بلک بلک کر رونا عمر بھر یاد رہے گا۔ صرف اس روز ہی اپنے انتقال کی باتیں نہ کیں بلکہ اس کے بعد سے روز بہ روز وصال تک لگا تار خبریں اپنی وفات شریف کی دیں اور ایسے وثوق سے گویا منٹ منٹ کی خبر ہے۔

وصال شریف سے دو روز پہلے بدھ کے دن بڑی شدت سے لرزہ ہوا۔ جناب بھائی حسن رضا خاں صاحب کو نبض دکھائی۔ بھائی صاحب قبلہ کو نبض نہ ملی۔ دریافت فرمایا نبض کی کیا حالت ہے۔ انہوں نے گھبراہٹ اور پریشانی میں عرض کیا۔ کمزوری کی وجہ سے نہیں ملتی۔ اس پر فرمایا آج کونسا دن ہے۔ لوگوں نے عرض کیا بدھ ہے۔ ارشاد فرمایا پرسوں جمعہ ہے۔ یہ فرما کر دیر تک حسبنا اللہ و نعم الوکیل پڑھتے رہے۔ جمعرات کا دن گزار کر رات کو گھر والوں نے چاہا کہ جاگیں شاید کوئی ضرورت ہو منع فرمایا۔ جب انہوں نے زیادہ اصرار کیا تو ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ یہ رات وہ نہیں ہے جو تمہارا خیال ہے۔ تم سب سو جاؤ۔ وصال کے روز فرمایا پچھلے جمعہ کو مسجد میں کرسی پر جانا ہوا تھا آج چارپائی پر جانا ہوگا۔ پھر فرمایا میری وجہ سے نماز جمعہ میں دیر نہ کرنا۔

آخر وقت سے کچھ دیر پہلے وصیت نامہ مرتب فرمایا۔ فرمایا شروع وقت نزع کارڈ، لفافے، روپیہ، پیسہ، کوئی تصویر اس دالان میں نہ رہے۔ ناپاک لوگ نہ آنے پائیں کتا مکان میں نہ آئے۔ سورۃ یٰسین، سورۃ رعد باآواز بلند پڑھی

جائے۔ کلمہ طیبہ سینے پر دم آنے تک متواتر باواز پڑھا جائے۔ کوئی چلا کر بات نہ کرے۔ کوئی روئے والا بچہ مکان میں نہ آئے۔ جب روح قبض ہو جائے تو فوراً نرم ہاتھوں سے آنکھیں بند کر دی جائیں۔ بسم اللہ و علی ملتہ رسول للہ کہہ کر۔ آخر وقت میں ٹھنڈا پانی پلایا جائے۔ پھر ہاتھ پاؤں وہی پڑھ کر سیدھے کر دیئے جائیں۔ اور اصلاً کوئی نہ روئے۔ میرے اور اپنے لئے دعائے خیر مانگتے رہو۔ کوئی کلمہ زبان سے برا نہ نکلے کہ فرشتے آمین کہتے ہیں۔ جنازہ اُٹھنے پر خبردار کوئی آواز نہ نکلے غسل وغیرہ سب مطابق سنت ہو۔ جنازے میں بلاوجہ شرعی تاخیر نہ ہو جب دو بجنے میں چار منٹ باقی تھے۔ اس وقت پر پوچھا کیا وقت ہوا ہے؟ عرض کیا گیا دو بجنے میں چار منٹ باقی ہیں۔ فرمایا گھڑی سامنے رکھ دو۔ یکایک ارشاد فرمایا تصاویر ہٹا دو، خیال آیا یہاں تصاویر کا کیا کام۔ فوراً آپ نے ارشاد فرمایا یہی کارڈ، لفافہ روپیہ پیسہ پھر ذرا وقفے سے فرمایا وضو کراؤ قرآن عظیم لاؤ۔ ابھی قرآن نہ آیا تھا کہ صاحبزادے سے ارشاد فرمایا۔ یٰسین شریف اور سورۂ رعد تلاوت کرو۔ پوری توجہ سے دونوں سورتیں سنیں جس آیت میں اشتباہ ہوا یا سننے میں پوری نہ آئی یا زیر زبر میں فرق محسوس ہوا۔ خود تلاوت فرما کر بتا دیں۔ سفر کی دعائیں جن کا چلتے وقت پڑھنا مسنون ہے۔ تمام و کمال بلکہ معمول سے زیادہ پڑھیں۔ پھر کلمہ طیبہ پورا پڑھا جب اس کی طاقت نہ رہی اور سینے پر دم آیا۔ ادھر ہونٹوں کی حرکت اور پاس انفاس کا ختم ہونا تھا۔ کہ چہرہ مبارک پر نور کا ایک جھماکا ہوا۔ اس کے غائب ہوتے ہی وہ جان نور جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○ خود اسی زمانے میں ارشاد فرمایا تھا۔ جنھیں ایک جھلک دکھا دیتے ہیں۔ وہ شوق دیدار میں ایسے جاتے ہیں کہ جانا معلوم بھی نہیں ہوتا۔

مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند ابو الحامد سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

کہ میں اپنے مکان پر تھا اور بریلی کے حالات سے بے خبر تھا۔ میرے حضور شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت شاہ سید علی حسین شرفی میاں قدس سرہ العزیز وضو فرما رہا تھے۔ کہ یک بارگی رونے لگے یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی کہ کیا کسی کیڑے نے کاٹ لیا ہے۔ میں آگے بڑھا تو فرمایا کہ بیٹا! میں فرشتوں کے کاندھے پر قطب لاقطاب کا جنازہ دیکھ کر رو پڑا ہوں۔ چند گھنٹے کے بعد بریلی کا تار ملا تو ہمارے گھر میں کہرام پڑ گیا۔ اس وقت پتہ چلا کہ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بریلی شریف میں وصال ہو گیا۔

مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی استاد دارلعلوم اشرفیہ اعظم گڑھ، درگاہ اجمیر شریف کے سجادہ نشین دیوان سید آل رسول کے عم محترم کی زبانی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں۔ کہ ماہ ربیع الثانی 1340 ھجری میں ایک شامی بزرگ دہلی تشریف لائے۔ ان کی آمد کی خبر پاکر ان سے ملاقات کی۔ بڑی شان و شوکت کے بزرگ تھے۔ طبیعت میں بڑا استغناء تھا۔ ہندوستان کے مسلمان جس طرح عربوں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ان بزرگ کی بھی کرنا چاہتے تھے۔ نذرانہ پیش کرتے۔ مگر وہ قبول نہ فرماتے۔ اور کہتے بفضلہ تعالیٰ میں فارغ البال ہوں۔ مجھے ضرورت نہیں۔ ان کے اس طرح کہنے اور اتنا طویل سفر کرنے پر تعجب ہوا۔ عرض کیا حضرت یہاں تشریف لانے کا کیا مقصد تھا۔ فرمایا مقصد تو بہت عمدہ تھا لیکن افسوس کہ حاصل نہ ہو سکا۔ واقعہ یہ ہے کہ 25 صفر کو میری قسمت بیدار ہوئی۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ دیکھا حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حاضر دربار ہیں۔ لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے۔ قرینے سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی کا انتظار ہے۔ میں نے بارگاہ

رسالت میں عرض کیا حضور ﷺ آپ پر میرے ماں باپ قربان کس کا انتظار ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا احمد رضا کا میں نے عرض کیا کون احمد رضا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد میں نے تحقیق کی تو پتہ چلا مولانا احمد رضا خاں بڑے جلیل القدر عالم ہیں اور بقید حیات ہیں مجھے مولانا کی ملاقات کا شوق ہوا ہندوستان آیا بریلی پہنچا پتہ چلا ان کا انتقال ہو گیا اور وہی 25 صفر المظفر کی تاریخ ان کی وصال کی تاریخ تھی میں نے یہ طویل سفر صرف ان سے ملاقات کیلئے کیا تھا افسوس ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔

قرآن میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے ولا تقولو لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ترجمہ : اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں سورہ بقرہ آیت نمبر 154 (کنز الایمان) یعنی اللہ کے راستے میں جان دینے والے کو مردہ کہنے والا قرآن کا منکر ہوا اور قرآن کا منکر کافر کہلایا لہذا شہید کو کوئی بھی مردہ نہیں کہہ سکتا (مسلمان کی بات ہو رہی ہے) جنگ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہا الاکبر یعنی جہاد اصغر تم نے ادا کر لیا اب جہاد اکبر یعنی بڑے جہاد کی طرف لوٹو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اس سے بڑا کوئی جہاد ہے یعنی اس میں تو ہم اپنے بال بچے چھوڑ کر اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر نکلے ہیں کیا اس سے بڑا کوئی جہاد ہے فرمایا ہاں اس سے بڑا جہاد یہ ہے کہ تم دنیا میں رہ کر اپنے نفس شیطان اور دنیا سے جہاد کرو اب ذرا غور کریں کفار سے جہاد کرنے والا تو جان دینے کے بعد بھی زندہ رہے اور نفس سے جہاد کرنے والا مر جائے یہ کیسی نادانی کی بات ہے اور سنئے رسول اللہ ﷺ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ الا ان

"اولیاء اللہ لایموتون بل ینقلون من الدار الی الدار" خبردار حقیقت میں اللہ عزوجل کے دوست مرتے نہیں بلکہ اس دار فانی سے آخرت کے دار جاوداں کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ تو سرکار ﷺ نے صاف صاف فرمادیا۔ اب کون ہے جو حیات اولیاء کا منکر ہو۔ مسلمان تو کم از کم حیات اولیاء کا منکر نہیں ہو سکتا۔ کسی میں مجال ہے جو قرآنی حکم کی اور رسول ﷺ کی بات سے انکار کر سکے۔ خود اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ملفوظات شریف حصہ اول صفہ نمبر 91 پر ہے مرنے کے بعد روح کا اوراک بے شمار بڑھ جاتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں روح کو قریب اور دوری برابر ہے۔ روح بصر کو دیکھو (یعنی طاقت بینائی) کہ کنوئیں کے اندر سے ستاروں کو دیکھتی ہے۔ یعنی نگاہ اٹھتی ہے زمین سے آسمان تک پہنچتی ہے۔ جو یہاں سے آٹھ ہزار برس کی راہ ہے۔ حدیث پاک میں روح زندہ مردہ کی مثال پرندے کی فرمائی کہ جب تک پنجرے میں بند ہے۔ اُس کے لائق پر کھول سکتا ہے۔ جب پنجرے سے نکال دو۔ پھر اُس کی اُڑان دیکھو۔

اب جب حیات اولیاء کا ثبوت مل گیا۔ تو اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا تصرف بعد از وصال دیکھیں کہ اللہ عزوجل کے ولی کو موت نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو گیا۔ مگر اس دنیا سے بھی کا تعلق ہے اور اُس دنیا سے بھی یہ سن 1983 عیسوی کی بات ہے۔ مارچ کے آخری دنوں میں شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ (پیرو مرشد اور استاد قبلہ) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ سے بھی کتب اور شاہ صاحب کی گفتگو کے ذریعے تعارف حاصل ہوا۔ شاہ صاحب اور اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ اور بزرگان دین و اولیاء کرام کی محبت میں اضافہ ہوتا گیا۔ اسی دوران نومبر کے مہینے کی بات ہے۔ صفر کا مہینہ آگیا۔ ایک روز یاد آیا کہ 25 صفر کو اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کا عرس ہوتا ہے۔ ایک ولی کامل عاشق رسول ﷺ کا عرس۔ کاش ہمارا بھی کوئی ظاہری تعلق اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ سے ہوتا۔ سرکار اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری ہوتی۔

لیکن کہاں آپ اور کہاں یہ نکما۔ ہاں دلی تعلق ضرور ہے۔ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ اگر کرم فرمادیں تو بات بن جائے اور یہ سوچ کر آنکھوں میں آنسو آگئے کہ وہ تو اللہ عزوجل کے ولی ہیں۔ ان پر تو میرا سب حال کھلا ہے کیا عجب وہ بلا بھیجیں۔ ایک ہفتے بعد کی بات ہے کہ باہر سے جب یہ فقیر گھر آیا تو گھر والوں نے کہا کہ کوئی خط آیا ہے۔ تمہارے کمرے میں میز پر رکھا ہے۔ دیکھ لینا میں نے بے دلی سے خط دیکھا۔ کسی مدرسے جامعہ رضویہ منظر اسلام کا نام لکھا تھا۔ سوچا کسی مدرسے کی طرف سے چندہ وغیرہ کا پوسٹ کارڈ ہے۔ اُٹھا کر رکھ دیا اتفاقاً پلٹ کر رکھا گیا تو دیکھا کہ اس پر ٹکٹ انڈیا کے لگے ہیں۔ پھر تو فوراً دوبارہ اُٹھالیا۔ غور سے دیکھا تو دو صفحوں کو کوپن کے ذریعے چپکا دیا گیا تھا۔ الگ الگ کیا تو دیکھا۔ دعوت خلوص اور نیچے مضمون تھا کہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ امام اہلسنت مجدد اعظم حضرت مولانا الشاہ المفتی احمد رضا خان فاضل بریلوی موسس وبانی مرکز اہلسنت جامعہ رضویہ منظر اسلام و شہزادہ اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ قطب عالم مفتی اعظم مولانا شاہ محمد مصطفےٰ رضا خان قدس سرہ کا عرس بروز منگل بدھ جمعرات خانقاہ عالیہ رضا نگر و اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف کے وسیع میدان میں نہایت تزک واحتشام سے بتاریخ 30,29 یکم دسمبر 1983 منعقد ہو رہا ہے۔ آپ کو مع احباب و متعلقین کے دعوت شرکت دی جاتی ہے۔ تشریف لا کر محافل عرس کی رونق کو دوبالا کریں۔ اور صاحب عرس کے روحانی فیضان سے مستفیض ہوں۔ الداعی نبیرہ اعلحضرت خلیفہ ونواسہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ الحاج علامہ محمد ریحان رضا خاں۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ سوداگران بریلی شریف یہ دعوت نامے کا مضمون تھا۔ پڑھ کر تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہ حقیقت میں اولیاء اللہ کو موت نہیں ہے۔ جو ان سے محبت کرے۔ جو ان کو پکارے وہ ضرور ضرور جواب دیتے ہیں۔ اس خط کی اہم بات یہ ہے کہ اس پر جو اس فقیر کا پتہ لکھا تھا وہ بالکل غلط تھا۔ مگر اس کے باوجود وہ مجھ تک پہنچ گیا۔ اور اس کے بعد بھی متواتر 2 سال تک غلط پتے کے خطوط بریلی شریف سے اس فقیر تک آتے رہے۔

اور وہ آج بھی اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ کی بعد از وصال زندہ کرامت کے طور پر اس فقیر کے پاس محفوظ ہیں جو چاہے آج بھی آکر دیکھ سکتا ہے۔

اعلحضرت رحمتہ اللہ علیہ عظیم البرکت بلا کسی شک وشبے کے اس امت کے مجدد ہیں۔ امام حاکم، بیہقی وابو داؤد نے روایت کی ہے۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی "مرقات الصعود" حاشیہ ابو داؤد میں ذکر کیا ہے کہ " اتفق الحفاظ علی تصحیه" یعنی حفاظ حدیث اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ اور وہ یہ حدیث ہے۔ "عن ابی هریرہ قال رسول ﷺ ان الله یبعث لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من جندد لها دینها" ترجمہ" حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ تعالی اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر ایسا شخص مبعوث فرمائے گا۔ جو اس کے دین کی تجدید کریگا۔

علامہ عبد الحسنی لکھنوی اپنے فتاوی جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث میں "راس مائة سنة" سے مراد محدثین کا اتفاق سے صدی کا آخری حصہ ہے۔ یعنی ایسی شخصیت کی ولادت صدی کے آخری حصے میں ہونی چاہئے۔ اور اسکی علامات یہ ہیں کہ وہ شخص علوم ظاہرہ وباطنہ کا عالم ہو۔ اور اسکے درس وتدرس، تصنیف وتالیف، وعظ و تبلیغ سے لوگوں کو نفع کثیر پہنچے۔ سنت کے زندہ کرنے میں اور بدعتوں کے ختم کرنے میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے اختتام اور دوسری صدی کے آغاز میں اس کے علم کی شہرت اور اس سے لوگوں کو فائدہ معروف و مشہور ہو۔

لہٰذا اگر اس شخص نے صدی کے آخری کو نہیں پایا اور وہ اس سے اس زمانے میں احیائے شریعت نہیں ہوا تو اس کا نام مجددین کی فہرست میں نہیں آئے گا امت مسلمہ کی عظیم اور معروف ترین شخصیات کے سنہ ولادت اور سنہ وصال :

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ 63 ھجری وصال 101 ھجری۔

حضرت غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ 470 ھجری وصال 552 ھجری

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ 971 ھجری وصال 1034 ھجری

اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ 1272 ھجری وصال 1340 سنہ ھجری

اعلیٰ حضرت مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تھے اور دوسری صدی کے مجدد امام شافعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ولایت کی ایک شان یہ بھی ہے کہ ولی سے اکتساب فیض کرنے والوں کا حال دیکھا جائے یقیناً کامل ولی سے اکتساب فیض کرنے والے بھی ولایت کے اعلیٰ درجوں پر فائز ہونگے اعلیٰ حضرت کے مریدین معتقدین و متوسلین لاکھوں نہیں کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں موجود ہیں اور خلفاء ؟ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء کے بارے میں لکھی گئی کتاب تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ میں محمد صادق قصوری اور پروفیسر مجید اللہ قادری مجید اللہ قادری رقم طراز ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلفاء کی صحیح تعداد کا تعین تو نہیں کیا جا سکتا لیکن قرین قیاس سے یہ تعداد سو سے اوپر تجاوز کرتی ہے۔ یہاں ہم بر سبیل تذکرہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو خلفاء کے مختصر حالات پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء الدین قادری متحدہ ہندوستان کے ضلع سیالکوٹ میں 1879 یعنی 1297 ھجری میں پیدا ہوئے آپ نسبی طور پر صدیقی ہیں

آپ کے اجداد میں مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی بہت ہی معروف عالم گذرے ہیں۔ آپ کے جدِ اعلیٰ شیخ قطب الدین قادری صحیح العقیدہ قادری بزرگ تھے۔ اعلحضرت رحمت اللہ علیہ امام اہلسنت نے 1315 ھجری/ 1897 عیسوی میں ضیاء الدین قادری کو سلسلے میں داخل فرماتے ہوئے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی اجازت و خلافت بھی عطا کی۔ مولانا ضیاء الدین قادری نے 1318 ھجری میں بغداد شریف کا قصد کیا۔ جہاں آپ 9 سال تک رہے۔ اور کئی بزرگوں سے فیض یاب ہوئے۔ وہاں کے کئی بزرگوں سے بھی آپکو اجازت و خلافت عطا ہوئے۔ 1327 ھجری میں آپ بغداد شریف سے مدینہ منورہ پہنچے۔ درمیان میں کئی مرتبہ مدینے شریف سے آنا جانا ہوا مگر آخر کار 1343 ھجری میں مستقل طور پر مدینے شریف آگئے اور تادم آخر یہیں قیام کیا حضرت ضیاء الدین قادری مدنی نے لگ بھگ 70 سال سے زیادہ وقت مدینہ منورہ میں گزارہ۔ جہاں ہزاروں علماء و مشائخ سے ملاقات ہوئی اور ہر کوئی عالم جو مدینہ منورہ پہنچتا۔ وہ آپ سے ضرور شرف ملاقات حاصل کرتا۔ اور آپ کی روزانہ کی محفل میلاد میں شرکت کرتا۔ علماء و مشائخ آپکو قطب مدینہ کہتے ہیں۔ آپ نے اپنی مسند رشد و ہدایت سے لاکھوں لوگوں کی اصلاح کی دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کا مرید نہ ہو۔ آپ نے طویل عمر پائی یعنی تقریباً 106 سال اور آپکا وصال مدینہ پاک میں ہوا۔ اپکی تاریخ وفات 4 ذی الحجہ 1601 ھجری 2 اکتوبر 1981 عیسوی ہے۔ نماز جنازہ مسجد نبوی میں فضیلۃ الشیخ مفتی محمد علی مرادشامی خلیفہ حضرت مولانا ضیاء الدین قادری مدنی نے پڑھائی۔ جنت البقیع میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مزار مبارک سے چند قدم آگے آپ کو دفن کیا گیا۔ اب آپکے صاحبزادے حضرت فضل الرحمٰن مدنی صاحب برکاتہم

العالیہ مدینے میں فیوض و برکات کے موتی لٹا رہے ہیں۔

دوسرے خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی:

13 اپریل 1892 عیسوی یعنی پندرہ رمضان المبارک تیرہ سو دس ہجری کو میرٹھ یوپی انڈیا میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب بھی خلیفہ اول امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے درس نظامی کی تکمیل کے بعد اٹاوہ ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کر کے ڈویژنل کالج میں داخلہ لیا کالج کی چھٹیوں کے دوران بریلی شریف حاضر ہو کر اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے علوم اسلامیہ کے گوہر بھی لوٹتے رہے 1917 عیسوی میں آپ نے بی اے کی ڈگری امتیازی حیثیت میں حاصل کی آپ کا شمار اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خاص خلفاء میں ہوتا ہے مبلغ اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مولانا عبد العلیم صدیقی قادری ایک جادو بیان اور شعلہ نوا مقرر تھے آپ اردو کے علاوہ عربی فارسی انگریزی زبان میں بڑی روانی کے ساتھ تقریر کرتے آپ نے اپنی حیات مبارکہ کے 35 سال 1919 عیسوی تا 1954 عیسوی امریکہ، افریقہ، انگلستان، انڈونیشیا، سنگاپور، ملایا، چین، جاپان، کینیڈا، فرانس، ٹرینی ڈاڈ، اور فلپائن وغیرہ ممالک میں تبلیغ و اشاعت اسلام میں گذارے آپ کے دست حق پرست پر تقریبا 45 ہزار سے زائد غیر مسلم مشرف با اسلام ہوئے جن میں ماریشس، جنوبی افریقہ کے فرانسیسی گورنر مروات، روسی سائنسدان انٹونوف، بورینو کی شہزادی گلیڈے پال مار اور کینیڈا کی خاتون وزیر فاطمہ ڈوناوا کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں انہوں نے تحریک پاکستان کی ببانگ دہل حمایت فرمائی ملک کے طول و عرض میں مسلم لیگ کا پیغام پہنچایا علاوہ ازیں حج کے موقع پر مسلم لیگ کی طرف سے عرب ممالک

فلسطین، شام، لبنان، اردن اور عراق وغیرہ کے دورے پر تشریف لے گئے۔ 1950 میں آپ نے پوری دنیا کا تبلیغی دورہ کیا۔ سنگاپور، برما، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، ویت نام، چائنا، جاپان، فلپائن، سیلون، ماریشس، مڈغاسکر، جنوبی افریقہ، پرتگال، مشرقی افریقہ، کینیا، تنزانیہ، یوگنڈا، بلجیئم، کانگو، حجاز، مصر، شام، فلسطین، عراق، فرانس، برطانیہ الجزائر غرب الہند، گیانہ، امریکہ، اور کینیڈا وغیرہ میں تبلیغی دورے کئے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی کے وصال کے بعد صاحبزادے حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدر ورلڈ اسلامک مشن نے صرف حضرت کے مشن کو جاری رکھا۔ بلکہ اسے اور آگے بڑھایا۔ اور آج بھی جمعیت العلماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے قیام کے لئے سرگرداں ہیں۔ حضرت مولانا عبدلعلیم صدیقی 23 ذی الحجہ 1374 ھجری 22 اگست 1954 کو مدینہ منورہ میں محبوب حقیقی سے جا ملے۔ آپکو جنت البقیع میں حضرت ام لموسینن سیدہ عائشہ صدیقی رضی اللہ عنا کے قدموں میں جگہ ملی۔

انہی کلمات پر ہم اپنی اس مختصر سی تحریر کا اختتام کرتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہمیں اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا شدت سے احساس ہے۔ مگر پھر بھی یہ چند الفاظ قارئین اور اعلحضرت عظم البرکت رفیع الدرجت پروانہ شمع رسالت شاہ احمد رضا خاں رحمتہ اللہ علیہ کی نظر ہیں کہ

گر قبول افتد زہے عزو شرف

اللہ عزو جل کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولی تعالی جب تک سمندروں میں پانی ہے۔ جب تک

سورج میں چمک و دمک ہے۔ جب تک یہ آسمان قائم ہے۔ اعلحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد پر اپنی کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرما۔ اور ہمیں ان برکتوں اور رحمتوں سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین بحق طٰہٰ و یسین صلی اللہ علیہ وسلم

یکم ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

طلبگار دیدار مدینہ

فقیر محمد خالد صدیقی القادری چشتی عفی عنہ

تعارف حلقہ قادریہ امتیازیہ

حضرت علامہ مولانا قاری حافظ سید فیضی مصطفیٰ بخاری

خطیب وامام جامع مسجد غوث اعظم اورنگی ٹاؤن نمبر 5

شاہ صاحبؒ کی جوہر شناس نگاہوں نے پہچان لیا تھا کہ میر گلشن امتیازی کی صحیح نگہداشت و آبیاری کیلئے کون موزوں رہے گا۔ گو کہ میں نے سنا اور دیکھا ہے کہ آپ کی خدمت میں بڑے بڑے باکمال لوگ موجود تھے جن سے آپ نے کئی مرتبہ فرمایا بھی کہ آپ لوگ خدمت خلق کا کام کریں۔ مگر جس شخصیت کو شاہ صاحبؒ نے خود حجرہ بنوا کر دیا اسکا افتتاح کیا۔ بیٹھنے کیلئے سمت متعین فرمائی لوگوں کو ان کو جانب بھیجا گو کہ در پردہ توجہ آپکی ہوتی تھی۔ پھر ان کیلئے دعا فرمائی۔ اور اللہ نے انہیں جو مقام و مرتبہ عطا فرمایا اسکا لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ وہ شخصیت میں نہ بھی کہوں میں نہ بھی لکھوں تو لوگ پہچان جائیں گے کہ یہ ہمارے قبلہ و کعبہ خالد بابا صاحب دامت مدظلہم العالیہ کی ہیں آپ نے ۱۹۹۵ء میں حلقہ قادریہ امتیازیہ کی بنیاد رکھی۔

جسکے اغراض و مقاصد یہ ہیں۔

۱۔ قرآن کی تعلیم ناظرہ و مع ترجمہ
۲۔ فروغ عشق رسول ﷺ
۳۔ شریعت مطہرہ اور نماز کی پابندی اور نماز ترجمے کے ساتھ لوگوں کو یاد کرنے پر آمادہ کرنا
۴۔ مساجد و مدارس کی تعمیر
۵۔ دینی و دنیاوی علوم کے امتزاج سے باکردار مسلمانوں کی تشکیل
۶۔ دینی و اصلاحی کتب کی مفت اشاعت
۷۔ وعظ، اصلاحی بیانات اور مذہبی محافل کے ذریعے لوگوں میں دین کی رغبت پیدا کرنا۔
۸۔ جذبہ جہاد ابھارنا
۹۔ مخلوق کی خدمت کو اپنا شعار بنانا
۱۰۔ عقیدہ احترام اولیاء اللہ کا تحفظ
۱۱۔ شاہ صاحبؒ کی تعلیمات کو عام کرنا

الحمدللہ کہ آج حلقے کے اراکین کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ اور پاکستان کے علاوہ بھی کئی ملکوں میں حلقے کی خدمات سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔

یاد رکھنے کی باتیں

- قرآن مجید پڑھتے وقت زیر زبر کا خیال رکھیں۔ زیر زبر کے فرق سے بعض اوقات مطلب بالکل بدل جاتا ہے۔ جیسے

ذَنُوْب = باری، حصہ، بھرا ہوا ڈول۔ ذُنُوْب = گناہ۔
جَنَّ = اس نے ڈھانپ لیا، وہ چھا گئی۔ جِنّ = جن، آگ سے پیدا شدہ مخلوق۔

- اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل نماز ہے اور نماز دین کا ستون ہے۔
- جماعت سے نماز پڑھنا ۲۷ درجے افضل ہے اور مسواک کر کے نماز پڑھنا ۷۰ درجہ افضل ہے گویا مسواک کر کے اگر باجماعت نماز ادا کی جائے تو ۲۷×۷۰ درجہ افضل ہو جاتی ہے۔ لہذا نماز کو اچھی طرح وضو کر کے مسواک کر کے اور باجماعت ادا کریں تاکہ یہ درجے بفضل اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائیں۔
- نمازی وضو کرنے کے بعد مسجد میں جب تک جماعت کا انتظار کرتا ہے اسے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے۔
- غسل کرتے وقت اگر بال برابر جگہ سوکھی رہ گئی یا منہ میں یا ناک میں پانی نہ ڈالا تو نہ غسل ہوگا اور نہ ہی کوئی عبادت ہوگی۔
- مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کر لیں تو جتنی دیر مسجد میں رہیں گے اتنی دیر اعتکاف کا ثواب بھی ملتا رہے گا۔
- نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔
- حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے لوگو! تم اپنے باپ سے بیزار مت ہو۔ کیونکہ باپ سے بیزار ہونا کفر ہے۔" (بخاری شریف)

کیلئے قائم کر دی گئی ہے۔

تربیت کے مواقع

ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو (چاند کی) روحانی تربیتی نشست ہوتی ہے۔ جس میں دور و نزدیک سے تمام ساتھی شرکت فرماتے ہیں۔ محفل میں امیر حلقہ روحانی اور علمی گفتگو سے تشنگان کو سیراب کرتے ہیں۔ جبکہ ہر ماہ کی نوچندی جمعرات کو شب بیداری کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں نماز، تلاوت کی اصلاح، مراقبے، مکاشفے کا طریقہ اور بعد تہجد پاس انفاس، حبس دم، ذکر جہری و خفی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ فجر سے پہلے استغفار ایک خاص طریقے سے پڑھوا کر رقت انگیز دعا ہوتی ہے۔ مزارات پر حاضری کا سلسلہ امیر حلقہ کے ساتھ وقتاً فوقتاً جاری رہتا ہے۔ جس کے دوران مراقبہ کرتے ہوئے کئی لوگوں کو صاحب مزار سے گفتگو اور ان کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے۔

مستقبل کا لائحہ عمل

انشاءاللہ العزیز مستقبل میں حلقہ مندرجہ ذیل منصوبوں کی تکمیل کا ارادہ رکھتا ہے۔

۱۔ ایک مفت اسپتال کا قیام

۲۔ ایک خانقاہ کی تعمیر جہاں دور سے آنے والوں کے قیام و طعام کا بندوبست ہو

۳۔ ایک ماہنامے کا اجراء

۴۔ فتاویٰ رضویہ کو کمپیوٹرائزڈ کرنا۔ (کمپیوٹر پر فیڈ کرنا)

۵۔ ایک عالیشان مسجد و اقامتی درسگاہ کی تعمیر

۶۔ شاہ صاحب کی حیات کے مختلف گوشوں سے عوام الناس کو روشناس کرانے کیلئے ایک مستقل ادارۃ التحریر کا قیام